اے ۔ بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم - ۴ فون نمبر رہائش - ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر :

شمارہ نمبر : ۹-۱۰

رمضان ۔ شوال ۱۴۰۲ھ

جولائی ۱۹۸۲ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک ← پاکستان میں سالانہ ۲۵/- روپے ۔ فی پرچہ ۲/۵۰ روپے
بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

از مولانا سمیع الحق

دینی اور مادی علوم

متوازی اور متضاد مقاصد و نتائج ——(ایک جائزہ اور ایک بے لاگ تجزیہ)

شوال دینی مدارس کے تعلیمی سال کے آغاز کا مہینہ ہوتا ہے اس مناسبت سے اس دفعہ نقش آغاز کی جگہ مولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق کی "علم" پر ایک اہم تقریر شائع کر رہے ہیں جو ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۱ء بعد از عشاء کو دارالعلوم الاسلامیہ کی مروت بنوں کے سالانہ جلسہ میں کی گئی اور جسے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے مرتب کیا گیا — اس تقریر میں دینی اور مادی علوم کے مقاصد اور نتائج کے لحاظ سے ایک نئے انداز میں جائزہ دیا گیا ہے ۔ امید ہے کہ دینی علوم کے حلقوں کے علاوہ عصری تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی اسے دلچسپی سے پڑھا جائے گا — ادارہ

(خطبہ مسنونہ کے بعد) هل يستوي الذين يعلمون والذين لايعلمون وقال الله تبارك وتعالى انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون۔

محترم بزرگو! میں ایک ادنیٰ طالب علم ہوں جب کہ یہاں بڑے بڑے اکابر علماء موجود ہیں۔ محض ان اکابر کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس اجتماع کا تعلق ایک دینی تعلیمی ادارہ سے ہے۔ روحانی اور علمی روابط کا حاضر ہونے نہ ہونے پر دار و مدار نہیں۔ مگر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ ایک محبت و تعلق ہے ان حضرات کو، تو ان نسبتوں کی وجہ سے مجھ جیسے ناچیز طالب علم کو بھی یہ سعادت دی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا اہل بنا دے۔ یہ تکلف نہیں حقیقت ہے کہ علماء کے ایسے مجمع میں اپنے کو تقریر و خطاب کا اہل نہیں پاتا۔ خدا شاہد ہے کہ میں سب سے بڑھ کر خود نصیحت اور استفادے کا محتاج ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے طفیل مجھے بھی دین کی خدمت کی توفیق دے اور اور طلبہ علم میں شمار کرا دے۔

علم دین کے طالبین کا زمرہ ایک ایسا زمرہ ہے کہ احادیث کی رو سے فرشتے ان کے لئے پر بچھاتے ہیں۔ مچھلیاں سمندروں اور دریاؤں میں دعا کرتی ہیں۔ دین کے طلبہ کے لئے حشرات الارض اپنے بلوں میں اور پرندے فضاؤں میں مصروف دعا ہیں۔ اور یہاں ہم سب دینی طالب علم ہیں اور آنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن و حدیث کا کوئی مسئلہ کوئی آیت، کوئی حدیث سن لیں اور علوم دینیہ کی اشاعت میں مصروف اس ادارہ کی ترقی و استحکام میں ہاتھ بٹائیں۔ تو آپ سب طلبا کے لئے مخصوص

ان بشارتوں کے مصداق ہوں گے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من سلک طریقاً یلتمس منہ علما سہل اللہ لہ طریقاً الی الجنہ۔ چند قدم بھی تحصیل علم کے لئے اٹھائیے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے علم کی اس طلب تلاش کے صلہ میں جنت کا راستہ آسان فرما دے گا۔ تو علم اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے علم کی فضیلتوں سے قرآن و سنت بھرا پڑا ہے۔ احادیث و آثار اور روایات بڑی تعداد میں منقول ہیں جس سے علم کے مقام اور علماء کے مرتبے پر روشنی پڑتی ہے۔ اور ہمارا ان تمام ارشادات پر ایمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جو فرماتے ہیں وہ سچ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ لیکن آج کے اس دور میں اگر کوئی حقیقت سے کام لے اور انصاف کی روشنی میں اس سارے عالم کا موازنہ کرے اور یہ جتنے نظریات جتنی تحریکیں اور جتنی ازمیں جو کچھ بھی دنیا میں ہے اس سب کی روشنی میں انصاف پر مبنی ایک عدالت بیٹھ جائے جو اگرچہ مسلمان نہ بھی ہو مگر منصف ضرور ہو۔ اور حق بین ہو۔ اور وہ ان تمام نظریات اور مساعی کی روشنی میں اس علم دین کے بارہ میں فیصلہ دے کہ اس وقت دنیا کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں تو اگر وہ عدالت مسلمان نہ بھی ہو اور فضائل علم کے متعلق حضور اقدس کے ارشادات پر اس کا عقیدہ نہ بھی ہو تو پھر بھی وہ عدالت یہی فیصلہ دے گی کہ اس وقت دنیا صرف اسی علم سے بچ سکتی ہے جسے آپ یہ طلبہ اور آپ کے یہ مدارس سنبھالے ہوئے ہیں صرف یہی ایک ذریعہ نجات اقوام عالم کے پاس رہ گیا ہے۔

دنیا میں اس وقت دو ہی علم ہیں۔ ایک وہ جس کے پیچھے ساری دنیا دوڑ رہی ہے۔ وہ علم دنیا کے آرام و راحت حاصل کرنے کے طریقے سکھاتا ہے۔ وہ علم کہتا ہے کہ پچھلے زمانہ میں لوگ بیل گاڑی میں، اونٹوں پر اور گھوڑوں وغیرہ پر سواری کرتے تھے۔ اب یہ علم چاہتا ہے کہ چلنے پھرنے کے ذرائع نہایت تیز رفتار میسر آسکیں۔ ریل گاڑی میں، کاروں پر سفر کریں۔ اس سے بڑھ کر ہوائی جہاز۔ اس سے بڑھ کر میزائل اور راکٹ اور اس سے بڑھ کر خلائی سیارے حاصل ہوں۔

وہ علم کہتا ہے کہ پہلے ہم آمنے سامنے بیٹھ کر بات چیت کرتے تھے سنتے اور سناتے تھے۔ اب یہ علم چاہتا ہے کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے یہ آواز سماعت مزید پھیل جائے وائرلیس اور فون سے اسے اور وسیع کرسکیں۔ وہ علم کہتا ہے کہ پہلے چراغ جلاتے تھے اب اس سے تیز روشنی کی صورتیں نکالی جائیں۔ بجلی کے بلب ایجاد کئے۔ اس سے تیز راڈ۔ پھر اس سے تیز مرکری لائٹ اس علم نے ایجاد کئے۔ وہ علم کوشش میں ہے کہ ایک مصنوعی سورج، مصنوعی چاند اور مصنوعی ستارے بھی قائم کرسکیں۔ وہ علم کہتا ہے کہ انسان اتنی ترقی کرے کہ ان روشنیوں سے رات کو دن بنانے پر قادر ہو جائے۔ وہ علم کہتا ہے کہ پہلے ہم لاٹھی، کلہاڑی اور لکڑیوں سے لڑتے تھے۔ اب اس سے تیز اور موثر ساز و سامان جنگ اور حربی او زار تیار کریں۔ پہلے ہم گائے بیل سے زمین میں کھیتی باڑی کرتے تھے۔ اب یہ علم چاہتا ہے کہ ٹریکٹر اور بھاری زرعی مشینیں ہوں وہ علم ایک بڑا صنعتی انقلاب لانا چاہتا ہے۔ یہ سارے عالم کی یہ یونیورسٹیاں، یہ کالج اور یہ عظیم کتب خانے اور یہ اکیڈیمیاں ان سب کا خلاصہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ انسان بڑے آرام و راحت سے آسائش سے اور عیش و عشرت

سے دنیا کی یہ چند روزہ زندگی گزار دے۔

یورپ کا سارا دارومدار انہی علوم پر ہے جسے سائنس کہتے ہیں جسے اکتشافات کہتے ہیں اسے ترقی کہتے ہیں کہ ہم مادی لحاظ سے دنیاوی امور میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے؟ تو ایک وہ علم ہے اور دوسری طرف یہ علم ہے جو اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ وہ علم انسانوں کو ان کی اصل حقیقت بتاتا ہے۔

علم دین کے ثمرات | وہ علم انسان کو کہتا ہے تم کیا تھے؟ کیا بنے؟ اور کیا تمہارا انجام ہوگا؟ کیا مقصد حیات ہے؟ کس کام کے لئے یہاں بھیجے گئے؟ اس علم کا تعلق انسان کی ہدایت اور رہنمائی سے ہے وہ علم انسان کو وہ راستہ بتاتا ہے جس سے اس کے دل کو اطمینان و قرار مل سکتا ہے۔ وہ علم انسان کا دل منور کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ گھر میں روشنی کم ہو اور موم بتی جلتی رہے مگر باطن کی روشنی زیادہ ہو۔ وہ کہتا ہے کہ جسم بیل گاڑی پر سفر کیوں نہ کرے۔ راکٹ پر کبھی سوار نہ ہو۔ مگر روحانی لحاظ سے اس کا ارتقاء ایٹمی میزائلوں سے بھی بڑھ کر ہو۔ وہ علم چاہتا ہے کہ انسان میں ایک ایسی روحانی اور ایمانی قوت پیدا ہو جائے جو لاکھوں ہائیڈروجن بموں سے زیادہ قوی ہو۔ وہ علم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے وہ علم دنیا کو امن و سلامتی کی دعوت دے کر ہر دور میں امن سلامتی کا نعرہ بلند کرتا رہا ہے۔ وہ علم ایک نقطہ وحدت پر انسانیت کو جمع کرتا ہے۔ وہ عالمگیر اخوت و مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ علم کہتا ہے کہ انسان بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ وہ علم کہتا ہے کہ کالے کو سفید پر کوئی فضیلت نہیں۔ نہ سفید کو گورے پر۔ وہ علم کہتا ہے کہ کوئی انسان بھی اچھوت نہیں۔ ہر انسان محترم اور واجب الاحترام ہے۔ وہ علم انتشار و افتراق ختم کرتا ہے۔ وہ علم قناعت اور زہد و ایثار کی تعلیم دیتا ہے گویا وہ علم انسانی مجد و شرف اور انسانی اقدار کا محافظ اور علمبردار ہے جسے آپ قرآن کا علم کہتے ہیں۔ حدیث کا علم کہتے ہیں۔ اور وہ علم ہمیں اپنے رب کی معرفت دیتا ہے۔ کہ اپنے رب کو پہچان لو۔ اور یہ کہ ہمارا ایک خالق و مالک بھی ہے اور وہ علم حق اور باطل کی تمیز کراتا ہے۔ کہ دنیا میں حق بھی ہے اور باطل بھی ہے۔ دن بھی ہے اور رات بھی ہے۔ نور بھی ہے اور ظلمت بھی۔ شر بھی ہے اور خیر بھی۔ ظلم بھی ہے اور عدل بھی۔ وہ علم ان تمام اچھے برے باتوں کی پہچان کی توفیق ہمیں دیتا ہے اور وہ علم ان سب باتوں سے بڑھ کر اپنی ذات کی پہچان کراتا ہے کہ

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو اپنے رب کو بھی پہچانا۔ اور جو اپنے آپ کو بھول گیا اور نہ سمجھا کہ میں انسان ہوں یا ایک مہذب اور ماڈرن حیوان اور میرا مقصد حیات بھی چند روزہ زندگانی حیات کی عیش و عشرت ہے۔ اور مجھ میں اور گائے بیل بکری اور دیگر جانوروں میں کوئی فرق مقصد حیات کا نہیں۔ تو یہ اپنی جان کو بھول گیا اور جب بھول گیا تو

نسوا اللہ فانساھم انفسہم خدا کو بھلا بیٹھے تو خدا نے ان سے ان کا نفس بھی بھلا دیا۔

اور علم جدید کا مبلغ علم تو بھائیو ! یہ دو علم چل رہے ہیں سارے عالم میں۔ ایک علم جس کا بڑا زور شور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اب تو ہم آسمانوں پر کمندیں پھینک رہے ہیں۔ یہ علم کہتا ہے کہ اب تو ہم چاند کو بھی قدموں سے روند بیٹھے ہیں۔ بے شک یہ علم سمندروں پر قبضہ کر بیٹھا ہے۔ پہاڑوں کے جگر کو چیر ڈالا ہے۔ یہ علم جزء لایتجزیٰ کو توڑ چکا۔ اور عناصر سارے تہس نہس کر رہا ہے۔ اور ان کا تحلیل و تجزیہ کر رہا ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ اس علم نے انسان کو انسانیت دے دی ہے یا نہیں ؟ آیئے ہم سارے یورپ پر نظر ڈالیں۔ اس کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں کو دیکھتے ہیں۔ اور اس کے بڑے بڑے پروفیسر اور سائنسدان ان سب کا مبلغ علم دیکھئے۔ ان سب کا مبلغ علم یہی ہے کہ انسان یہاں کے چندروزہ خوش عیشی اور خوشحالی میں گذارے۔ گندم کی روٹی کی جگہ ڈبل روٹی کھائے۔ قمیص شلوار کی جگہ سوٹ اور ٹائی پہنے۔ کچے گھروں کی بجائے اعلیٰ سے اعلیٰ بلڈنگوں میں رہے۔ گھاس پھوس کی بجائے لنٹر کا چھت ہو۔ مگر یہ سب اس علم کا دنیاوی حال ہے مگر کیا اس علم نے انسان کو انسانیت بھی سکھائی ؟ اخلاق کی کتنی تہذیب کر دی ؟ اس علم نے انسان کی روح کو کیا دیا ؟ اس علم نے ہمارے ضمیر اور قلب کو کتنا سکون و اطمینان دیا ؟ اس کے نتائج سارے عالم میں دیکھ سکتے ہیں ——
وہ علم جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دیا تھا وعلّم آدم الاسماء کلھا اس علم کی وجہ سے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور مسجود ملائکہ بنایا اور اس علم کی وجہ سے انسان کو اس لئے خلیفہ بنایا کہ وہ اس زمین کو آباد کرے۔ استعمار فی الارض مقصود تھا۔ عالم کی تعمیر۔ عالم میں الفت و محبت کی بنیادیں قائم کرنا۔ اس کے مقابلہ میں فرشتوں نے کہا
اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء کہ اس انسان کی تخلیق سے تو آپ کا مقصد تعمیر عالم ہے مگر ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ تو خون بہائے گا۔ آبادیوں کو تباہ کرے گا۔ فصلوں اور کھیتی باڑی کو اجاڑے گا۔ یہ تو نوع انسانی کا دشمن ہو جائے گا۔ ویھلک الحرث والنسل۔

یہ جو فرشتوں اور رب العالمین کا باہمی مکالمہ ہوا ہے۔ تو آپ دیکھتے ہیں کہ رب العالمین اپنے موقف پر قائم ہے اس وقت سے انسان کی جو برأت اور صفائی جو آپ نے فرمائی تھی کہ اس علم کی وجہ سے یہ ایسا نہ ہو گا۔ جیسا کہ تمہارا خیال ہے یہ تو میرا خلیفہ ہو گا۔

ابلیس تو دشمن تھا مگر فرشتوں نے بھی اپنے خدشات پیش کئے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ یہ فساد عالم کا باعث بن جائے۔ تو یہ دونوں چیزیں ہی تاریخ کے آغاز سے چلی آرہی ہیں۔ خداوند تعالیٰ بھی اپنی قدرتوں کے کرشمے ظاہر کرتا ہے اور شر کی قوتیں جو ابلیس سے وابستہ طاقتیں ہیں وہ ہلاکت حرث و نسل اور خون بہانے کا مظاہرہ کرا رہی ہیں جس کا ذریعہ وہی علم ہے دنیا کا —— اور دوسری طرف یہ ہمارا علم ہے جو دین کا علم کہلاتا ہے۔

یورپ کے سارے علم و سائنس کا خلاصہ انسانیت کی ہلاکت اور جو علم بھی اس علم سے کٹ گیا

سے کٹ گیا اور اس علم سے اپنے رشتے توڑ بیٹھا وہ عالم کی تباہی کا ذریعہ بنے گا۔ اور آج وہ علم عالم کو ہلاک کرنے کے لئے اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ دیکھئے اس ساری سائنس کا اور یورپ وامریکہ اور روس کی ساری جد وجہد کا خلاصہ اس وقت کیا ہے؟ یہی کہ ہر ایک اتنی طاقت حاصل کر سکے کہ دوسرے سے بڑھ کر زیادہ سے زیادہ انسان چشم زدن میں قتل کر سکے۔ اسلحہ کی یہ دوڑ اور یہ سارے کارخانے کس لئے ہیں۔ ہر ایک کہتا ہے کہ تیز سے تیز رفتار کا ایسا جہاز تیار کر سکوں کہ دوسرے کے پہنچنے سے پہلے جا کر زیادہ سے زیادہ انسانوں کو مار سکوں۔ روس کے صدر اور امریکہ کے صدر کے سرہانے ہلاکت عالم کے بٹن نصب ہیں اور ہر ایک کی سعی ہے کہ دوسرے سے پہلے میں اپنا بٹن دبا سکوں۔ اور ہر ایک کی سعی ہے کہ دنیا کے ہر شہر پر اپنا مورچۂ ہلاکت نصب کرا سکوں۔ اور اس پر میرے میزائل نصب ہوں۔ اس علم اور سائنس نے ہمیں ایک ایسی خطرناک حالت تک پہنچا دیا ہے کہ گویا ہم سب موت کے ایک گولہ میں ہیں چند دقائق اور منٹوں میں وہ یہ عالم تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور تباہ کر سکتے ہیں۔ وہ وہ ہتھیار اور وہ جنگی اسلحہ، وہ وہ فساد کا سامان مہیا کر دیا گیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اور اب وہ خود رو رہے ہیں۔ مگر اس دوڑ سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ گڑھے کے ایسے آخری کنارے پہنچ چکے ہیں کہ ایک طرف بھی ہلاکت ہے اور دوسری طرف بھی ہلاکت۔ ایک سے ذرا سستی ہوتی ہے تو اسے یقین ہے کہ دوسرا تباہ کر بیٹھے گا۔ ایک نے ایٹم بم ایجاد کیا اور دو شہروں پر استعمال کیا۔ ناگاساکی اور ہیروشیما۔ تو وہ ابھی تک تڑپ رہے ہیں۔ پھر دوسرے نے ہائیڈروجن بم تیار کیا۔ تو ایک نے کہا کہ اچھا میں نیوٹرن بم تیار کر لیتا ہوں۔ جو ایسا بم ہے کہ جس شہر پر گرایا جائے (خدا نہ کرے) تو آس پاس کئی کئی میل رقبہ کا ہر انسان اور ہر جاندار اپنی اپنی جگہ مر جائے۔ بلڈنگ اور عمارت اپنی جگہ قائم رہیں گی۔ مگر ہر ذی روح اپنی جگہ مر جائے گی۔

یہ اس علم کا انتہائی نکتہ عروج ہے۔ ایسے کیمیائی بم تیار کئے گئے ہیں کہ اگر ایک بم کسی بستی پر گرا دیں تو اس کا زہریلے گیس جس کو پہنچے وہ اپنی جگہ ایسا تڑپنے لگ جائے جیسا کہ مچھلی دریا سے خشکی پر پھینک دی جائے انسان ایسے تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے۔ آنکھوں سے۔ نتھنوں سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ اور سارا جسم رس رس کر پگھل جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی کی کمر کی ہڈی کو توڑ دیا جائے۔ وہ تڑپ تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ ایسا ہر انسان اس گیس کے اثرات سے ماہی بے آب بن کر جاں بحق ہو جاتا ہے۔

امن عالم کا ایک ہی ذریعہ یہ انسانیت کی فلاح وبہبود کے علمبرداروں کا حال ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ہم اپنے علوم کالجوں۔ یونیورسٹیوں۔ فن واکتشاف سے دنیا کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ وہ علم امن اور سلامتی کا ذریعہ نہ بن سکا۔ تو اب کانفرنسیں کراتے ہیں کہ دنیا کی بچاؤ کی صورت کیا ہو۔ دنیا کی امن وسلامتی کا کونسا نسخہ ہے؟ امن عالم کس طرح حاصل ہو۔ اور ایسی کانفرنسوں میں برملا اعتراف کیا جاتا ہے کہ امن عالم

کانسخہ اب ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ تیر نشانے سے نکل گیا ہے۔ پانی سر سے اوپر ہو گیا ہے۔ امن تو کسی مذہب سے آئے گا۔ امن تو علم الٰہی سے آتا ہے امن تو اس علم سے آئے گا جس کا سرچشمہ انسان نہ ہو اس کا سرچشمہ اللہ کی تعلیمات ہوں کیوں کہ جب خدا انسان کا خالق ہے تو وہی انسان کی اصلاح و فلاح اور کامیابی کی چیزیں جانتا ہے اب ایسا کوئی مذہب ہے نہیں۔ دنیا کے ساتھ ۔عیسائیت مسخ ہو چکی ہے۔ یہودیت مسخ ہو گئی ہے۔ تو وہ گھوم پھر کر پھر اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نجات کا راستہ صرف اسلام ہی ہے۔

یہ حال ہی میں ایک عالمی سیمینار کا اظہار خیال ہے۔ کہ امن کا علاج صرف مذہب میں ہے۔ ایک غیبی طاقت غیبی علوم اس دنیا کو بچا سکتے ہیں۔ کہ وہ انسان کی عالمی تباہی کو روک دے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی مذہب اور الٰہی نظام دنیا کے پاس اور ہے نہیں سوائے اسلام کے۔

<u>مذہب اور مادیت کی آپس میں دوڑ</u> | تو مذہب کی دوڑ ساتھ ہی ساتھ جاری ہے۔ یہ پچاس میل کی رفتار پر دوڑ رہے ہیں۔ تو اللہ کا دین اور مذہب سو میل کی رفتار پر آگے آگے جا رہا ہے اور اپنی حقانیت اور صداقت اور اپنی ضرورت و اہمیت ثابت کرتا جاتا ہے۔ یہ چاند پر جاتے ہیں تو سچا مذہب وہاں پہنچ چکا ہوتا ہے۔ اگر یہ سورج تک پہنچتے ہیں تو اللہ کی ابدی صداقتیں پہلے سے وہاں موجود ہیں۔ اور وہ انہیں سگنل دے رہی ہیں الارم دے رہی ہیں کہ انسان! خبردار۔ خبردار۔ میرے دائرہ سے نہیں نکل سکتے تو اگر تم نے چاند میں قدم رکھ دیئے تو یہاں بھی میں ہوں۔ سورج تک آؤ گے تو وہاں بھی مجھے پاؤ گے۔

تو اے انسان کیوں مجھ سے بھاگتے پھرتے ہو۔ میری خدائی سے نکل نہیں سکتے ہو۔

یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان میری اس خدائی کی اطراف سے زمین اور آسمانوں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ مگر نہیں نکل سکو گے۔

<u>چاند کی تسخیر انکشاف حقیقت کا ذریعہ</u> | اس صدی میں سائنس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انسان کے قدم چاند تک پہنچ گئے۔ بڑی ترقی ہے۔ بڑی بات ہے۔ بے شک ہم انکار نہیں کر سکتے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت دی ہے۔ اس سے بڑھ کر بھی اس کی قوت ہے۔ لیکن جب انسان کے قدموں میں چاند آگیا تو وہاں کیا ہوا تین خلا باز گئے ہیں۔ ان میں ایک بڑا خلا باز جس کا نام جیمس ارون ہے وہ چاند پر اپنے احساسات، تجربات اور کیفیات بیان کرتا ہے۔ وہ بڑا خلا باز کہتا ہے کہ جب چاند پر ہم اترے تو سارا عالم اور ساری کائنات میری نظروں میں ایک حقیر مادہ اور بے وقعت سی چیز لگ رہی تھی۔ ایک چھوٹی سی بے جان چیز، اور وہاں مجھے یہ چیز مشاہدہ ہوئی اور احساس مجھ پر چھا گیا کہ اس کائنات کا ضرور ایک رب اور خالق ہے اور اپنے آپ کو

بالکل بے بس اور تنہا محسوس کیا۔ مگر مجھے صرف یہی ایک سہارا حاصل تھا کہ ہم سب کا اس کائنات کا ضرور ایک خالق اور مالک ہے۔ وہ کہتا ہے کہ چاند میں اللہ نے میرے دل میں ڈال دیا کہ اب اگر دل کے اطمینان کی کوئی چیز پا سکتے ہو، ایک سچا اور روحانی نظام چاہو تو وہ سچا مذہب صرف اسلام ہے۔

یہ انٹرویو اس نے آکر دیتے کہ وہاں دل میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ جب خدا ہے تو اس کا ایک نظام بھی موجود ہونا چاہیئے۔ اور وہ نظام صرف اسلام ہے۔ وہ جیمس ارون چاند سے آیا تو زمین پر اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دی اور مسلمان ہو گیا کہ خدا نے مجھے چاند میں حق واضح کرا دیا۔

آیات آفاقی اور منکرین | سنریهم آیاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق

اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے وجود اور اپنی حقانیت کو آسمانوں کے آخری کناروں میں بھی ان پر ثابت کراؤں گا۔ خود ان کی جانوں میں ان کو اپنی حقانیت دکھاؤں گا۔ سر سے پاؤں تک اللہ کے وجود کی نشانیاں پائیں گے۔ اور یہ جسم ان کا اور اللہ کی وحدانیت، اللہ کی ذات اور اللہ کی قدرت کا ایک زندہ ثبوت اور دلیل ہو گا۔ اگر اپنے آپ کو بھی کوئی نہ دیکھے، چاروں طرف آفاق واطراف سے بھی بے خبر ہے تو اس کے اندھے پن کی کوئی مثال نہیں۔ خدا فرماتا ہے میں ساری کائنات میں اپنے آپ کو انہیں دکھا کر رہوں گا۔ جتنا بھی انکشاف واکتشاف کریں گے جتنی بھی تحقیق کریں گے۔ جتنی بھی سائنسی ترقی کریں گے حتی یتبین لهم انه الحق یہاں تک کہ بالکل واضح ہو جائے ان پر میری صداقت وحقانیت یہاں تبیین لکم نہیں کہا۔ لہم فرمایا کہ اے مسلمانو! تم تو میرے وجود اور حقانیت کے قائل ہو اور میں کہتا ہوں کہ یہ سائنسی دوڑ اور سر دردی بھی غیروں کے پاس اس لئے زیادہ ہے کہ جو ماننے والے ہیں، دیکھنے والے ہیں انہیں کیا ضرورت ہے یہ تو اندھی بہری کافر قومیں کہ منکر ہیں تو خدا نے آیات آفاقی کی تلاش میں حیران وسرگردان کر دیا ہے کہ آنکھوں میں حقیقت چھپوا دی جاتے۔ یہاں بھی سنریکم نہیں فرمایا سنریهم۔ کہ میں ان منکرین کو بتا کر رہوں گا یہ جو میرے وجود کو نہیں مانتے۔ ان کو اپنی آیات کا مشاہدہ کرا کر رہوں گا۔

علم الٰہی سے روشن دلی | اور میرے مومن بندو میں تو تمہارے قلب میں جا گزیں ہوں۔ تم تو مجھے بن دیکھے مانتے ہو۔ تمہارا قلب منور ہو چکا ہے۔ علم حقیقی اور علم الٰہی ہے اور یہ لوگ ان کے ہاں باہر تو چراغاں ہے مگر اندر سیاہ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ ان کا دل تو سیاہ قبر ہے۔ اور تمہارے قلب میں جو علم ہے اس کی وجہ سے میں تمہارے قلب کو روشن کئے ہوں۔ اور یہ علم اگر تمہارے پاس ہو تو دل میں قناعت ہو گی۔ دل میں ایثار ہو گا۔ دل میں جزع فزع نہ ہو گا مطمئن اور سیر ہو گے اطمینان قلب کی دولت پاؤ گے۔

حدیث میں آتا ہے لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن (اوکما قال) کہ آسمان مجھے اپنے اندر سما سکتے ہیں نہ زمینیں۔ لیکن میرے مومن بندے کا دل مجھے اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ یہ وسیع

کائنات میری وسعتوں کے سامنے ہیچ ہے کہ میں سب سے وسیع ہوں۔ مگر مومن بندہ کا قلب اس علم الٰہی کے ذریعہ مجھے اپنے دل میں بٹھا دیتا ہے۔ اور دیکھئے جس دل میں خداوند تعالیٰ بیٹھ جائیں اس دل میں جزع فزع آسکتی ہے؟ وہاں رونے دھونے کا کیا کام وہاں شکوہ شکایت اور بے اطمینانی کا گذر کیسے ہوگا؟ اس دل میں خوف اور غم بھوک اور پیاس کی فکر آسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

مادی علوم کے دو تحفے | تو اس علم کا نتیجہ جو دنیا کا علم ہے کہ امریکہ، برطانیہ، روس اور چین سب نے اسے اپنا مطمح نظر بنالیا ہے۔ اور جو تمہارے دین کا علم نہیں۔ قرآن و حدیث کا علم نہیں تو اس علم کا نتیجہ دو چیزوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور میں کبھی کبھی سوچا کرتا ہوں۔ ہر چیز کا خلاصہ لوگ نکالتے ہیں تو یورپ اور مغرب کا خلاصہ کیا ہے جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اور مغربیت جس کے ہاتھوں سارا عالم بحران میں ہے۔ اس کا نچوڑ آخر کیا ہے؟ تو دو چیزیں سامنے آتی ہیں صرف دو کہ مادہ پرست اور کافر قوموں پر جنہوں نے دنیا کو اپنا سارا مقصد بنا رکھا ہے۔ اور پیٹ ہی مقصد رہ گیا ہے۔ ان کو خدا نے دو چیزیں دے دیں ایک خوف اور ایک جوع یعنی بھوک۔

بھوک | اس علم کے صلہ اور نتیجہ میں ایک تو بھوک ملتی ہے اور دوسری ڈر اور خوف۔ آپ کہیں گے کہ عجیب بات ہے وہ تو ایم اے، بی اے، کرتا اسی لئے ہے کہ پیٹ بھر جائے۔ پی ایچ ڈی کرتا اس لئے ہے کہ بے فکر ہو کر کھانے کو ملے۔ پیٹ بھرا ہو تو جب صرف پیٹ کے لئے ساری تگ و دو ہے۔ تو خدا نے کہہ دیا کہ یہ تمہارا پیٹ کبھی نہ بھرے گا ــــــ اور بھوک اس بات کا نام نہیں کہ کافی روٹی موجود نہ ہو بلکہ بھوک وہ حالت ہوتی ہے کہ ہر وقت چیختا ہے کہ بھوک سے مر جاؤں گا۔ خزانہ خالی ہے ابھی بھرا نہیں ہے۔ کل کیا ہوگا۔ کل کیا کھاؤں گا۔ بچے کیا کھائیں گے کہ دکان اور کارخانے میں ذرا کمی آگئی ذرا بھی ناغہ کیا تو سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ اور بھوکوں مر جاؤں گا۔ یہ تمام مغربی نظام سارا سرمایہ دارانہ نظام دیکھئے کس چیز کے پیچھے بھاگ رہا ہے؟ روٹی کے پیچھے دوڑ لگی ہوئی ہے۔ دولت مند کو دیکھئے ایک کارخانہ ہے تو دوسرے کی فکر میں ہے۔ کہ کہیں ایک سے ہاتھ دھو بیٹھوں تو دوسرا موجود ۔ دو ہیں تو تیسرے کے پیچھے پھر رہا ہے۔ سرمایہ داری کی حد ہو گئی۔ تو پیچھے روس اٹھ کھڑا ہوا چین بیدار ہوا جیسے بھوکے کتوں کے لشکر روٹی کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ کہ یہ ساری روٹی یورپ لے بھاگا۔ کمیونزم اور سوشلزم کا سارا خلاصہ کیا ہے وہی بھوک تو ان کے علم نے انہیں بھوک دے دی۔ کہیں سرمایہ دارانہ نظام کی صورت میں اور کہیں سوشلزم کی شکل میں۔

حرص نے گھیر لیا۔ کہ دس ہزار افراد کی خوراک ایک آدمی کے گھر میں ڈال دے یہ بھوکوں مریں مگر میرا گھر بھرا رہے۔ اور کل مجھے بھوک نہ لگے۔ پھر اس کا رد عمل کیا ہوا؟ کہ بھوکوں کے لشکر اٹھ کھڑے ہوئے ایسا یلغار کیا کہ اپنا پرایہ مت دیکھو سب کچھ چھین لو۔ کارخانے اور زمین بھی ان سے چھین لو۔ چین کی ساری دوڑ اس روٹی کی طرف ہے مگر وہ بھی پوری نہیں مل سکی۔ جیسے گائے اور بھینس کو آٹے کا ایک پیڑا دیا جاتا ہے۔ کہ کل اس سے خوب کام لو۔

میں خود پچھلے دنوں چین گیا تھا اور چینی حکومت کی دعوت پر سارے چین کا دورہ کیا۔ ہمیں متاثر کرنے کے لئے ان لوگوں نے چین کے جو جو محاسن تھے، جو جو خوبیاں تھیں بڑے بڑے شہروں میں ہمیں لے گئے۔ اپنے نظام اپنے کیمونسٹ سسٹم انہوں نے دکھائے۔ مگر سارا خلاصہ میں نے یہ نکالا کہ ہمارے ہاں کھیتی باڑی اور بار برداری کے لئے جانور پالتے ہیں تو سخت محنت کرانے کے بعد مالک انہیں شام کو ایک آدھ سیر آٹے کا پیڑا کھلا دیتا ہے کہ کل خوب پسینہ نکال سکوں۔ تو انہیں بھی سیدھا سادہ ایک گول مٹول سا روٹی کا پیڑا مل جاتا ہے نہ مرغ ہیں نہ پلاؤ۔ کہ اپنی مرضی سے پکا کر کھا پی لیں۔ تم لوگ تو مزے میں ہو کہ جو چاہا جیسے چاہا کھا پی لیا۔

دوسری طرف روس کو دیکھئے اس کا یہ سارا ہنگامہ؟ صرف روٹی ہی کا تو چکر ہے۔

<u>خوف</u> اور دوسری چیز خوف ہے ڈر ہے اور یہ آیت کریمہ میں موجود ہے کہ

فاذاقہم اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون۔ جو کچھ کرتے تھے اپنے لئے چن چکے تھے تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک جوڑا لباس کا تیار کر کے دے دیا، لباس پہنا دیا۔ لباس الجوع والخوف ایک بھوک کا کپڑا ایک خوف کا لباس۔ اور خوف کیا چیز ہے؟ اگر کوئی چیز ہاتھ سے نکل چکی ہو چھن جائے تو اس کی وجہ سے جو غم حاصل ہوتا ہے اس کو عربی میں حزن کہتے ہیں خوف نہیں کہتے۔ خوف یہ ہے کہ ایک چیز ہاتھ میں موجود ہے اور تمہیں کھٹکا لگا ہوا ہے۔ دل میں ہر وقت ایک ڈر ہے کہ یہ کوئی چھین لے گا۔ اب اس کی فکر اور غم میں لگا ہے۔ بیٹا بیمار ہے تو پریشان ہے کہ کہیں مر نہ جائے۔ گھر میں خزانہ بھرا ہوا ہے پھر بھی فکر ہے کہ کوئی چوری کر لے گا۔ رات کو نقب نہ لگ جائے کہیں۔ زمین ہے تو کہیں کسان قبضہ نہ کر بیٹھے۔ مکان اور کارخانہ ہے تو فکر ہے کہیں حکومت قومی ملکیت کے نام سے چھین نہ لے۔ یہ ہے خوف کہ سب کچھ ہے مگر غم دامنگیر ہے۔

تو اب سارے یورپ کو دیکھئے سب بڑی طاقتیں اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ جسے خوف کہا جاتا ہے۔ عذاب سر پر نہیں مگر ہر ایک چیختا ہے کہ اور روس نے مجھے مار ڈالا۔ امریکہ نے کونسا لباس پہنا ہے؟ یہی خوف روس پر کون جوتا ہے؟ خوف ہی نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر ڈر نہ ہو گا تو یہ سارے کارخانے، یہ جنگی ہتھیار اور اسلحہ کی یہ دوڑ کیوں ہے۔ ہر ایک لرزاں و ترساں ہے۔ خوف اور ڈر ہے۔

اور اب چھوٹی طاقتیں بھی انہی دو بیماریوں کی لپیٹ میں ہیں۔ جو مسلمان ملک ان لوگوں سے اپنے کو وابستہ کئے ہوئے ہیں اور سہارا انہی کافر طاقتوں کو بنا رکھا ہے۔ یا امریکہ پہ ایمان ہے یا روس پہ۔ اور اپنے علم حقیقی اور معرفت ربانی کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ خدا سے وابستگی ختم ہو چکی ہے۔ تو ان سارے اسلامی ممالک پر نظر ڈالئے۔ وہاں بھی یہی حالت ہے۔ سب انہی دو لباسوں میں ڈھک گئے ہیں۔ بھوک اور خوف پھر بھوک بھی حقیقی بھوک ہے۔ کہ ان کے آقا تو واقعتہً بھوکے نہیں مگر روحانی اور نفسیاتی بھوک میں مبتلا ہیں اور یہ مسلمان ملک ظاہری اور

معنوی ہر دو لحاظ سے بھوکے ہیں۔ ہم پر یہ دونوں قسم کی بھوک مسلّط ہے پھر میں کہا کرتا ہوں کہ ان پر تو دو چیزیں مسلّط ہیں ۱۔ بھوک ۲۔ خوف۔ اور ہم پر ایک تیسری چیز بھی ہے۔

کاسہ گدائی

اور تیسری چیز کشکول گدائی۔ کاسہ گدائی بھی ہاتھ میں ہے۔ کہ وہ گھروں میں سیر ہیں مگر بدبخت بھوک بھوک کر رہے ہیں۔ مگر ہمیں تو کاسہ گدائی خدا نے ہاتھ میں تھما دیا ہے کہ جاؤ ان کے دروازوں پر کتوں کی طرح دم ہلاتے رہو۔ گندم ان سے مانگو۔ گھی ان سے مانگو۔ پھر ایران کو کہتا ہے کہ عراق سے ڈرتے رہو۔ عراق کو ایران کا ڈر کھائے جا رہا ہے۔ لیبیا کو سوڈان سے ڈر ہے اور سوڈان کو لیبیا سے۔ یہ لباس الخوف ہے یا نہیں اس لباس کی وجہ سے ہم امریکہ کی غلامی کرتے ہیں۔ کہ مجھے بچاؤ۔ مجھے اسلحہ دے دو۔ میری مدد کرو۔ وہ کہتا ہے کہ چلئے فلاں مارکہ اسلحہ اور جہاز دے دیں گے۔ مگر اسرائیل کو اس سے بڑھ کر اسلحہ دے دیتا ہے۔ پھر یہ رونا چلاتا ہے کہ اسرائیل تو مجھے کھا جائے گا۔ میرا اسلحہ اس سے کم ہے۔ طویل شور و غوغا کے بعد وہ پانچ ایواکس طیارے دے دیتا ہے جس میں حملوں کی حفاظت کے راڈار لگے ہوئے ہیں لیکن ساتھ ہی دشمن کو ایسے آلات بھی دے دیتا ہے کہ وہ اڈہ پر کھڑے ہوئے ان طیاروں کے راڈار سسٹم کو جام کر سکے۔ تو ایک نہ ختم ہونے والے خوف میں یہ انسان اس علم دنیوی کی بدولت مبتلا ہیں پسماندہ قومیں بڑی قوموں کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ
قناعت و اطمینان کی دنیا

پھر دوسری جانب آپ دینی علوم کے ایک معمولی قسم کے طالب علم کو دیکھیں یا کسی مسجد کے پیش امام یا کسی خطیب پر نظر ڈالیں۔ یا دین کی خدمت میں لگے ہوئے کسی عام انسان کو دیکھیں اور اپنی بستیوں میں اپنے بڑے انگریزی تعلیم یافتہ کے ساتھ اس کا موازنہ کر لیجئے۔ ادنیٰ سا موازنہ کریں۔ کھلا نمونہ دیکھ پاؤ گے کہ کون کامیاب ہے کون نہیں؟ کہ کامیابی تو نام ہے اطمینان کا۔ دل کے قرار کا۔ کہ افراد کی اور ... ... وہی انسان کامیاب ہے۔ ایک ایم اے ایک پروفیسر سے ایک عام مولوی کسی مسجد کے امام کا موازنہ کریں۔ اس کے چہرے پر سکون ہے ایک خاص قسم کی نورانیت ہے۔ اطمینان و خوشی ہے اور وہ دنیوی تعلیم یافتہ دن رات ایک آگ میں جل رہا ہے وہ اپنے مصنوعی تکلّفات اور مصنوعی رکھ رکھاؤ اور مصنوعی تہذیب ... ایسا ڈوبا ہوا ہے کہ ہر وقت اندر ہی اندر جل رہا ہے۔ کہ میری ضروریات کیسے پوری ہوں۔ وہ ایک دوڑ میں ہے اور پریشانیوں میں۔ مگر مسجد کا وہ طالب علم دو وقت اللہ روٹی دے رہا ہے۔ کل کا اللہ مالک ہے۔ کپڑے اس کے ان سے سفید اور صاف ہیں۔ آرام سے لمبی تان کر سو رہتا ہے۔ اور وہ رات کو خواب آور گولیاں کھا کر سونے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر بھی نیند میسّر نہیں جتنی کہ دولت آئی ہے اور تکلفات و آسائش ہیں اتنا اطمینان سے محروم ہے۔ اس لئے کہ اس کے علم نے ہمیشہ دلوں سے اطمینان سلب کیا ہے۔

یورپ کا ایک امیر کبیر راک فیلر پچاس ساٹھ قبل بھی وہ ارب پتی تھا کروڑپتی تھا لوگ اس پر رشک کرتے

تھے۔ مگر پیٹ بھر کر کھانا کھانے کی اجازت نہ تھی۔ ڈاکٹر کچھ دودھ اور چند بسکٹ کے علاوہ ہر چیز سے منع کرتے تھے۔ اور برطانیہ کی پارلیمان میں تقریر کے دوران وہ رو رو کر کہتا ہے کہ اے لوگو! تم مجھے نہایت خوشحال اور آسودہ سمجھتے ہو۔ میری یہ ساری دولت لے کر اس کے بدلے ۲۴ گھنٹے کا اطمینان وسکون مجھے دے دو۔ تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔

یہ دار العوام میں اس کی تقریر ہے۔ ہنری فورڈ بھی ایک ارب پتی تھا۔ موجودہ فورڈ خاندان کا مورث اعلیٰ تھا مگر لاغر و نحیف زندگی عجیب پریشانیوں میں گذری۔ ڈاکٹروں کے نرغے میں رہتا۔ کھانا حساب سے، پینا حساب سے۔ خواب آور گولیاں، انجکشن دیئے جاتے تب کہیں سو سکتا۔ لوگ سمجھتے یہ تو مزوں اور راحتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

نوجوان حسین بیٹا سخت مہلک مرض میں مبتلا ہوا۔ یورپ بھر کے ڈاکٹروں نے کوشش کی۔ اس نے کہا ساری دولت لے لو مگر اسے بچاؤ۔ مگر

وما یغنی عنہ مالہ اذا تردّی۔ وہ مال وہ دولت کوئی نفع نہیں دے سکتا جب ہلاکت اسے گھیر لیتی ہے تو یہ سارا فلسفہ، ساری سائنس، سارا مال اور دولت یہ کمیونزم یہ سوشلزم اسے بالکل مطمئن نہیں کر سکتا نہ نجات دے سکتا ہے۔ ایک کروڑ پتی کا مقولہ ہے کہ ایک ملینر (لاکھ پتی) کبھی مسکرا نہیں سکتا۔ یہ ویسے مصنوعی قہقہے لگاتے ہیں دل اندر سے کھوکھلا اور چھلنی ہے۔ دل اندر سے بے چین ہے۔ بھوک کی ہوس، خوف پریشانی اور نے انہیں گھیر رکھا ہے۔ ہر لحظہ ڈر ہے کہ جائداد چھن گئی ٹیکس لگ گیا، حکومت نے چھین لیا۔

یحسبون کل صیحۃ علیہم۔ کوئی بھی آہٹ دنیا میں کہیں ہوتی ہے تو کروڑ پتی سرمایہ دار اور لکھ پتی تڑپ اٹھتا ہے۔

علم الٰہی کی عجیب تعلیمات | دوسری طرف آپ کا علم ہے دین کا جس نے ہمیشہ انسان کو انسانیت سکھائی ہے اخلاقی قدریں سکھائی ہیں۔ تمہارا علم انسان کو اطمینان قلب دیتا ہے۔ مومن اگر پیٹ سے بھوکا بھی ہو گا دل مطمئن ہوتا ہے۔ آپ اپنے اکابر کے حالات پر نظر ڈالیں۔ اکابر کی تاریخ دیکھیں کہ جسم کا ایک ایک ٹکڑا الگ گیا۔ مگر ان کے دلوں میں کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ یہی تو اسلام اور دین کے علم اور دنیاوی علوم کا فرق ہے۔ کہ ایک دنیا کو اتحاد، وحدانیت، اخلاق، عدل واحسان کا درس دیا ہے۔ اس علم کے علمبردار جا کر اخلاق سے ممالک کو فتح کر لیتے تھے۔ اور پھر جب کسی مجبوری سے وہاں سے واپس بھی ہوتے تو مفتوح علاقوں کے لوگ آ کر رو رو کر انہیں روکتے۔ قدموں پر گرتے کہ خدا کے لئے ان ظالموں کے حوالے ہمیں مت چھوڑو۔ اس علم کا درس یہ ہے کہ چیونٹی کو تکلیف نہ دی جائے۔ اس علم کی تعلیم یہ ہے کہ کسی انسان کا ایک قطرۂ خون بھی اگر بہا دیا، سوئی کے سرے کے خون بھی اگر بہا دیا تو جنت کے دروازے اور اس کے درمیان وہ ایک سمندر کی طرح حائل ہو جائے گا۔

وہ تھا تو جنتی کہ جنت کی جانب جانے لگا تھا مگر ظلم کیا تھا انسان پر !
حدیث میں آتا ہے کہ قطرہ خون سمندر بن کر اس کے راستے میں موجزن ہو کر اسے روکے گا۔ کہ مت داخل ہونا۔
یہ علم کہتا ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۔خداوند قدوس کے ذکر، یاد اور خدا کے تعلق ہی سے انسان کو اطمینان ہوتا
ہے ۔اس علم کے علمبرداروں میں ایک حضرت عمران بن حصین ؓ ہیں ۔صحابی ہیں۔ آخری زندگی بصرہ میں رہے ۔قابل احترام
صحابی ہیں ۔بڑی زندگی اللہ نے دی ۔اور لکھا ہے کہ اس دنیا میں فرشتے ان سے مصافحہ کرتے اور سلام کرتے۔
بصرہ کے قاضی بھی رہے ۔آخری عمر میں شدید بیماری نے آگھیرا۔ تو اس علم کا سبق یہ بھی تھا کہ بیماری اور مصیبت
اس بات کی دلیل نہیں کہ تم خدا کے مبغوض یا دشمن ہو، بیماری بھوک، غربت ، مالداری صحت بھی اللہ کی طرف سے
ہے ۔ہر حالت میں اطمینان اور ایمان رکھو گے ، حامدا و شاکرا رہو گے ۔ تو اس علم کے عجیب عجیب سبق ہیں۔
تو حضرت عمران بن حصین ؓ بیمار ہوئے استسقار کی بیماری لگ گئی ۔پھر بواسیر نے آگھیرا لکھا ہے کہ
فبقی علی سریر منقوب ثلثین سنۃ ”تیس سال لگاتار ایک چارپائی پر چت پڑے رہے ۔اٹھ بیٹھ نہیں
سکتے تھے ۔چارپائی میں جگہ کھلی رکھی گئی تھی۔ پیشاب ، بول و براز اسی حالت میں ہوتا ۔بواسیر کا خون ٹپکتا رہتا ۔اس کے
باوجود ان کا چہرہ تر و تازہ رہتا انار کی طرح سرخ اور شگفتہ کہ کوئی محسوس ہی نہ کر سکتا کہ یہ ایسے آلام و مصائب کا
شکار ہیں۔
ان کے ایک شاگرد کافی عرصہ غائب رہے ۔تیمارداری کے لئے نہ آئے ۔عرصہ بعد حاضر ہوئے تو حضرت عمران ؓ نے
دریافت کیا کہ تم تو میرے چہیتے اور وفادار شاگرد تھے ۔اب ملاقات کرنے بھی نہیں آتے ہو۔ انہوں نے فرمایا۔ ہر وقت
دل آپ کی طرف لگا رہا۔ مگر مجھ سے آپ کی یہ تکلیف ، یہ اذیت اور یہ حالت دیکھی نہیں جا سکتی ۔اس لئے نہیں آیا
کہ برداشت نہیں ہوتی ۔فرمایا ! اے میرے عزیز ایسا مت کہو مجھے میری یہ حالت بہت ہی محبوب ہے ۔کہ میرے آقا
اور میرے رب نے میرے لئے اس حالت کو پسند کیا ہے ۔یہ اللہ کی نعمت ہے ۔ایک تحفہ ہے جو اس نے مجھے
دیا ہے ۔تو یہ علم ایسا صبر و شکر دیتا ہے ۔ان جیسے صحابہ ؓ کے شاگرد ہیں ۔ابو قلابہ ؒ ایک بہت بڑے محدث اور
تابعی ہیں ۔تو حضرت ابو قلابہ بھی ایسی بیماری میں مبتلا ہوئے علماء نے لکھا ہے ۔
فذھبت یداہ وذھبت رجلاہ ۔ایسی بیماری لگی کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں جھڑ گئے
وذھبت بصرہ آنکھیں بھی ختم ہو گئیں ۔بس ایک لوتھڑا سا رہ گیا ۔لیکن آگے لکھا ہے کہ **وکانت مع ذلک**
صابراً وشاکراً۔ اس کے باوجود ہر لمحہ اللہ کی حمد و ثنا اور صبر و شکر میں گذرتا ۔اونچے درجات کے مالک تھے حضرت
حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے اکابر علم و فضل زیارت کے لئے جاتے تو حضرت عمر نے ان سے کہا کہ دیکھنا ابو قلابہ ہمت
نہ ہارنا کہیں اہل نفاق کو ہنسی کا موقعہ نہ ملے ۔یعنی علم دنیوی والے وہ تو معمولی سی تکلیف پر جزع و فزع کر بیٹھتے ہیں

توکہیں یہ نہ کہہ دیں کہ ارے علم اُخروی رکھنے والے تم پر تو ایسی ایسی تکالیف ڈال دی گئی ہیں۔

تو ابوقلابہ کہتے کہ اے خدا کے بندو میں تو ہر لحظہ اللہ کی محبت میں سرشار رہتا ہوں۔ ہر لمحہ اللہ کی حمد اور شکر کرتا ہوں۔ کہ یہ نعمت تم پر نہیں مجھ پر کی گئی ہے۔ تو ان علماء کا ایسا درجہ اور ایسے حالات تھے۔

علم دین کے لئے صلائے عام اور غیبی انتظامات

پھر آج جو علم دنیوی حاصل کرتے ہیں تو تحصیل علم پر بھی ہزاروں لاکھوں خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اور اغراض دنیوی ہی مقاصد ہوتے ہیں۔ لیکن علم الٰہی اور دینی جب حاصل ہوتا ہے تو یہ تحصیل بھی خالصۃً لرضاء اللہ ہوتی تھی تو اس کے حصول کے راستے بھی اللہ تعالیٰ نے بالکل آسان بنا دئے تھے اور یہ ایک الگ موضوع ہے کہ جو بھی چیز حیات حقیقی کا سبب ہے اور انسان کی زندگی جن چیزوں پر موقوف ہے اللہ نے اسے سستا اور آسان کر دیا ہے۔ جو چیزیں زندگی کے لئے لازمی ہیں۔ پانی۔ ہوا سورج تو وہ خدا نے مفت مہیا کر رکھی ہیں۔ ہوا کو خدا نے آسان کر دیا ہے۔ سورج کی روشنی اور تپش مفت میں مل جاتی ہے۔ گرمی اور سردی خدا نے آسان کر رکھی ہے۔ کہ جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر یہ چیزیں مفت نہ ملتیں تو نوع انسانی تباہ ہو جاتی اور ختم ہو جاتی۔ اسی طرح نسل انسانی بغیر قرآن و سنّت اور الٰہی تعلیمات کے اور علم دین کی روشنی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ تو کل اگر انسان کہتا کہ خداوند عالم تو نے ہمیں پیدا کیا اور پانی و ہوا مہیا نہیں فرمایا۔ سورج کی روشنی اور گرمی پر بھی کنٹرول کر رکھا تھا۔ کہ مالداروں کو پہنچتا اور ہم محروم رہتے۔ چاند کی ٹھنڈک سے ہمیں محروم کر دیا تھا تو پھر ہمیں پیدا کیوں کیا؟ تو انسان جب یہ نہیں کہہ سکے گا تو اسی طرح علم دین اور قرآن و سنّت کے بارہ میں انسان یہ نہیں کہہ سکے گا کہ یا اللہ ہم تو بھاری بھاری فیس ادا نہیں کر سکتے تھے بڑے بڑے ہاسٹلوں کے اخراجات نہیں اٹھا سکتے تھے۔ بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے مصارف کی سکت ہم میں تھی تو خدا نے بندوبست فرما دیا کہ ہر دور میں ہر طبقہ کے لئے یہ علم عام ہو گا سستا ہو گا گلی گلی پہنچ سکے گا اسی لکی مروت جیسے دور دراز قصبہ میں بھی کوئی مدرسہ کوئی دار العلوم قائم ہو گا۔ اگر تم حاصل کرنے آتے ہو تو تم سے کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔ کھانا بھی مفت ملے گا۔ رہائش بھی مفت اور پڑھنے کے لئے کتابیں بھی مفت دی جائیں گی۔

علم دین کے اساتذہ اور طلبہ کا باہمی رشتہ

اگر تم آتے ہو تو یہاں کے اساتذہ بھی ایک خلوص اور جذبہ سے آپ کو پڑھائیں گے۔ کہ اس علم کے اساتذہ اسے ایک عبادت سمجھتے ہیں نہ کہ ملازمت۔ اس علم کے جس مدرس نے اپنے آپ کو ملازم سمجھا اس سے دنیا کو فیض نہیں پہنچے گا۔ اور جس شاگرد نے یہ تصور کر لیا کہ یہ استاد تو ہمارا ملازم ہے (گو وہ قوت لایموت تو لازماً لیتا رہے گا) لیکن شاگرد نے یہ سمجھ لیا کہ یہ تو استاد کی ڈیوٹی ہے یہ تو میرا نوکر ہے یہ باتیں علم دنیوی میں چل رہی ہیں اور چل سکتی ہیں مگر یہاں تو اساتذہ کے مویشی بھی شاگرد چراتے ہیں ہر خدمت کو سعادت سمجھتے ہیں جب یہ علم حاصل ہو گا یہ استاد و شاگرد کے باہمی محبت و الفت عظمت و احترام کا معنوی سلسلہ

ہے۔ یہاں کسی طالب علم کے دل میں بھی خیال آیا کہ یہ مہتمم ہماری وجہ سے آسودہ حال ہے۔ یہ استاد ہماری وجہ سے تنخواہ لیتا ہے تو وہ طالب علم ہرگز ہرگز اور کبھی بھی عالم نہیں بن سکے گا۔ وہ جتنی بھی سند لے لیکن بالآخر کل سے پٹواری بننا ہے یا دنیا داروں کا منشی اور ناظر بن کر رہنا ہے۔ اس کا فیض اللہ تعالیٰ نہیں پھیلائے گا۔ اس علم کا نظام ایسا ہے کہ اس کی تحصیل بھی للہ اور اس کی اشاعت و تبلیغ بھی خالصۃً لرضا اللہ ہوگی اور دوسرے علم کا حاصل کرنا بھی دنیا کے لئے ہے اور پڑھانا بھی دنیا کے لئے کہ اگر کوئی ایک حرف بھی کسی کو سکھائے تو اس کی بھی فیس ہے۔ کسی وکیل سے قانون کا معمولی مسئلہ دریافت کر دگے تو پہلے فیس جمع کرانی ہوگی۔ سینکڑوں ہزاروں روپے کی فیس پر صرف مشورہ دے گا۔ اور کہاں عالم دین ہے کہ سینکڑوں اور ہزاروں علمی مسائل و احکام بھی اگر اس سے دریافت کر دگے اور اس کے علم میں ان کا جواب ہوگا۔ پھر بھی اس نے علم کو چھپایا اور بخل سے کام لیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اُلجم بلجام من النار کہ اس کے پاس علم تھا مسئلہ معلوم تھا مگر بتانے سے گریز کیا تو جہنم کی آگ کا لگام اللہ تعالیٰ اس کے منہ میں ڈال دے گا۔ تو کتنا فرق ہے نا؟ دونوں علوم میں۔ یہ علم دین اللہ تعالیٰ نے غربت کے باوجود بلا اسباب و وسائل کے ہم تک پہنچا دیا۔

اس علم کی قیامت تک حفاظت | عجیب و غریب تاریخ ہے احادیث کی حفاظت کا نظام دیکھئے۔ کہ حضورؐ کی ذات اقدس کی زندگی کا کوئی ذرہ بھی ایسا نہیں جو اس امت کے پاس محفوظ نہیں۔ نشست و برخاست۔ گفتار و کردار اٹھنا بیٹھنا، مجلسی زندگی، نجی زندگی، خلوت اور جلوت کی زندگی۔ یہ تمام عظیم ذخیرہ موجود ہے۔ رنگ مبارک کیسا نقش و نگار کیسا، قدم مبارک کس طرح اٹھاتے۔ سر کیسا رکھتے۔ سونے میں پہلو بدلنے کا کیا حال تھا۔ ایک طویل اور عظیم ریکارڈ ہے جسے امت نے تعلیم و تعلّم ہی کے ذریعہ محفوظ کر دیا ہے۔

تو یہ علم، اسوۂ حسنہ ہے جس سے اب سارے عالم کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات وابستہ کر دی گئی ہے۔ کہ جا تم جائے گا مگر بالآخر اسی نقطہ پر آکر ٹھہرے گا۔ بھٹکتا رہے گا۔ مگر اس کے بغیر ٹھکانہ نہیں ملے گا۔ تو اس کے لئے یہ سب کچھ محفوظ کرا دیا گیا۔ اور امتوں سے ایسے علم کا ذخیرہ محفوظ کرایا جا سکا۔ کہ اپنے انبیاء کے حالات اور صحیح نام تک سے بھی بے خبر ہیں۔ ہزاروں سال ایشیا، مشرق بعید چین پر گوتم بدھ کا دور گذرا مگر آثار و احوال نامکمل غیر منضبط اور غیر محفوظ ہیں۔ ایسے ایسے عظیم مذاہب کی تعلیمات غیر محفوظ۔ مگر اس امت کے علم کا ذخیرہ دستیاب اور موجود ہے۔ صحابی نے حدیث محفوظ کی پھر اس سے تابعی نے۔ تابعی نے تبع تابعی سے مفت اجر و ثواب کی خاطر سب کچھ حاصل کیا۔ اوروں تک پہنچایا۔ ایک ایک جملہ کے لئے ہزاروں میل کا سفر کیا۔ ایک ایک حدیث کے لئے مدینہ سے مصر کا سفر کرتے ہیں۔ شیخ کے تمام اساتذہ اور راویوں کے تمام حالات کردار و گفتار کو بھی محفوظ کر دیا۔ جا بجا اور ہر کھا اور لاکھوں علم کے ان خادموں کو بھی محفوظ کر دیا گیا۔

علم اسماء الرجال اسی کو کہتے ہیں۔ ایک صحابی ایک حدیث کے لئے مدینہ منورہ سے مصر گئے جو زندگی میں ہر وقت حضورؐ کی احادیث سنتے رہے پھر بھی اس نے سنا کہ حضورؐ کی ایک حدیث مصر میں کسی بزرگ کے پاس ہے۔ اور ایں نے براہ راست سنی نہیں۔ گھوڑے اور اونٹ پر مہینوں کا سفر کیا۔ (ہم اپنے محلوں اور آس پاس کے دیہات سے بھی بمشکل چل کر آتے ہیں) وہ صحابی مصر پہنچتے ہیں۔ دروازہ پر آواز دیتے ہیں۔ اوپر سے اس صحابیؓ نے دیکھا تو خوشی سے اچھلتے ہیں کہ یہ تو ہمارا دوست اور صحابیؓ رسولؐ مدینہ سے چل کر آیا ہے۔ مگر یہ نیچے سے پکارتا ہے کہ میں نے ٹھہرنا نہیں ہے واپس جانا ہے بس وہ حدیث اوپر ہی سے سنا دو کہ حضورؐ کے ساتھ اس روایت کو کی سند متصل ہو سکے تو مقصد حاصل ہو جائے گا۔

ہم تو کہیں گے کہ یہ کیسے عجیب لوگ تھے کہ ایک حدیث سننے کے لئے اتنا سفر کیا۔ پھر ٹھہرے بھی نہیں اور واپس چل پڑے کہ مقصد تحصیل علم تھا اور حاصل ہو گیا۔ تو اس امت کو اللہ نے ایسے علوم دئے اور ایسے علماء دئے اور پھر ان علماء کے کام میں اللہ نے برکت بھی ڈال دی — اور آج دنیا کی بڑی بڑی اکیڈمیاں ہیں۔ لیبارٹریاں ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ ہیں۔ بڑے بڑے ادارے ہیں۔ ہسٹاریکل سوسائٹی ہیں۔ یہ ایجوکیشن کانفرنس ہے۔ وہ تعلیمی ورکشاپ ہے لائبریاں ہیں اور وہاں یہ سب نہیں۔ مگر کام بے مثل اور بے حساب ہے۔ آپ کی امت کا ایک ایک عالم اکیلے بڑی بڑی امتوں پر بھاری بن کر نکلتا ہے۔ ان مدارس سے ایک طفلِ مکتب نکلتا تھا اور امت کے لئے عظیم ذخیرے چھوڑ کر جاتا تھا۔

(افسوس کہ ایک گھنٹہ کا کیسٹ ختم ہو جانے پر تقریباً پون گھنٹہ کی تقریر ریکارڈ نہ کی جا سکی)

جناب صباح الدین عبدالرحمٰن

لبنان کا مشہد اکبر

ان سطروں کو سپرد قلم کرتے وقت اسرائیل کے صیہونیوں نے لبنان کے پناہ گزین فلسطینی مسلمانوں پر اپنی ہلاکت آفریں بمباری سے جو انتہائی خوں ریز مظالم ڈھائے ہیں اس سے انسانیت کی گردن شرم و ندامت سے جھکی ہوئی ہے۔

یہودیت اپنے ازلی خبث نفس کے ساتھ پھر ایک بار نمودار ہوئی ہے انہوں نے فلسطینی مسلمانوں کو ان کے قدیم وطن فلسطین سے نکالا تو وہ مشرق وسطی کے مختلف ملکوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان کی ایک بڑی تعداد لبنان میں پناہ گیر ہوئی۔ ان ہی پر اسرائیلی امریکہ کے مہلک اسلحہ سے حملے کر رہے ہیں۔ جن میں اب تک بی بی سی کے بیان کے مطابق تیس ہزار فلسطینی شہید ہو چکے ہیں ان کو دفن کرنے کے لئے جگہیں نہیں مل رہی ہیں ایک ایک قبر میں بیس پچیس لاشیں دفن کی جا رہی ہیں۔ جو زندہ ہیں وہ اپنی جائے پناہ چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے ہیں۔ ان کے کھانے پینے کے سامان پہنچنے کے راستے مسدود کر دئے گئے ہیں۔ بچے یتیم، عورتیں بیوہ، بوڑھے بے کس اور نوجوان بے سہارا بن کر مشہد اکبر کا منظر دیکھ رہے ہیں۔ عربوں کی غیرت، مسلمانوں کی ایمانی حرارت اور عام انسانوں کی حمیت اس خون خواری اور درندگی کے خلاف بروئے کار آنی چاہیئے تھی۔ مگر وہ صرف دور کے تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ کہ یہ بہادر فلسطینی خون میں نہا رہے ہیں۔ آگ میں جل رہے ہیں اور موت سے کھیل رہے ہیں۔

یہودی اور عیسائی مستشرقین مسلمانوں کی تاریخ کو قصائی کی دوکان کہنے میں نہیں شرماتے۔ لبنان مشرق ہی میں ہے۔ یہ اس وقت مذبح بنا ہوا ہے۔ امریکہ کے عیسائی صدر ریگن اور اسرائیل کے وزیر اعظم بیگن کی وجہ سے یہ خون ریزی ہو رہی ہے۔ دور کے تماشائی ان دونوں کو بوچر کہہ رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دو وحشیوں کی تاریخ ہمارے مستشرقین اپنے قلم کے حسن کرشمہ ساز سے کس رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اس کو توریت اور انجیل کی عین تعلیم اور اس سفاکی کو غیر معمولی فتح مندی اور کامرانی قرار دیتے ہیں۔ یا بہیمیت اور حیوانیت کی ایک انتہائی شرمناک مثال۔

اسرائیلی امریکہ کے سہارے عربوں کا خون جتنا چاہیں بہائیں، ان کو بار بار شکست کیوں نہ دے دیں اور وہ بالکل تباہ و برباد کیوں نہ ہو جائیں۔ مگر وہ وہیں رہیں گے جہاں چودہ سو سال سے رہتے چلے آئے ہیں۔ لیکن تاریخ کہتی ہے کہ کبھی کوئی فاتح قوم ہمیشہ فاتح بن کر نہیں رہی۔ سکندر اعظم، جینز، ہنیبال، نپولین، مسولینی اور ہٹلر کے سارے فاتحانہ کارنامے بھلا دئے گئے۔ ہر فاتح کو ایک دن شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اسرائیل کو بھی ایک دن شکست کھانی ہے۔ پھر دور دور ملکوں سے آکر ریت کے ٹیلوں پر گھر بنانے والے یہودی ریگ صحرا کی طرح اڑتے نظر آئیں گے۔ اس وقت ان کا سہارا صرف امریکی اسلحہ ہے۔ جب کبھی بھی یہ روک دئے گئے تو ان کا وجود صفر رہ جائے گا۔

امریکہ اور لبنان کے عیسائی اس وقت یہودیوں کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ لیکن ان عیسائیوں کو اپنی انجیل مقدس پر کچھ بھی اعتماد ہے تو اسی میں یہودیوں کو خطا کار گروہ، بدکرداری سے لدی ہوئی قوم، بدکرداروں کی نسل، باغی اجھوٹے فرزند۔ خدا کی شریعت کو سننے سے انکار کرنے والا کہا گیا ہے۔ (باب ۱۔ آیت ۴ — ۵ باب ۳۔ آیت ۹ — ۱۴) انجیل ہی میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت سلیمانؑ کو شرک، بت پرستی، جادوگری اور زنا کے بدترین الزامات سے متہم کیا۔ انہوں نے حضرت داؤد پر اوریاہ کی بیوی سے زنا کرنے کا بھی الزام لگایا۔ یہی یہودی اپنی فطری سرشت سے فلسطینیوں پر جو چاہیں الزام رکھ کر ان پر قہر و ستم کا پہاڑ توڑ ڈالیں۔

مگر وہ مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان نہیں جو یہ یقین کامل نہ رکھتا ہو کہ یہ یہودی ایک دن پہلے ہی کی طرح ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے۔ وہ اپنی بدکرداری، خطاکاری اور جھوٹ کی وجہ سے ہزاروں برس سے خوار ہیں۔ ان کی خواری، ان کی خون خواری سے دور نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مغضوب ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ یہ یہودی جہاں بھی پائے گئے ان پر ذلت کی مار پڑی۔ لیکن اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں ان کو کبھی پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے (آل عمران ۱۲)

اس وقت ان کو امریکہ کے اسلحہ کی وقتی پناہ ضرور مل گئی ہے۔ لیکن قرآن حکیم میں ہے کہ یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں۔ ان پر بے چارگی مسلط کر دی گئی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے۔ انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ہے (آل عمران)

قرآن حکیم میں یہ بھی پیشین گوئی ہے کہ تمہارے رب نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ ان پر یعنی یہودیوں پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے۔ یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے۔ (الاعراف ۲۰)

مسلمانوں کو اس پر یقین کامل رکھنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت یہودی مسلمانوں کو بدترین عذاب دے رہے ہیں۔ اس کو فلسطینی مسلمان اپنی بداعمالیوں کی سزا سمجھیں۔ ایسی سزا صلیبی جنگ میں مسلمان پا چکے ہیں بیت المقدس کی فتح کے بعد عیسائیوں نے اسی اندھے تعصب کا ثبوت دیا جو آج یہودی دے رہے ہیں۔

"تاریخ یورپ" کا مصنف اے جی گرانٹ رقمطراز ہے :۔

صلیبیوں کے نزدیک دشمن کو قتل کرنا خدا کی عبادت کے مساوی تھا۔ اسی لئے انہوں نے اپنے پوپ کو لکھ بھیجا کہ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تو اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ جب ہمارے سپاہی حضرت سلیمانؑ کے معبد میں داخل ہوئے تو ان کے گھوڑوں کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا۔

صلیبیوں کی فتح اور مسلمانوں کی ناکامی کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک انگریز مصنف لین پول نے لکھا تھا۔ اس وقت مسلمانوں میں ہر شخص ٹوٹے ہوئے تاج کے ٹکڑوں کے لئے دست و گریبان تھا۔ ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ سے رشک رکھتا تھا۔ کوئی صاحب ہمت ان میں ایسا نہ تھا جو سب کا سردار اور ہادی بن کر دشمن سے لڑنے کو تیار ہو جاتا۔ یہی اسباب اس وقت یہودیوں کی کامرانی اور فلسطینیوں کی ناکامی کے ہیں۔ مگر جب مسلمانوں میں ان میں اصلی ایمانی حرارت اور ملّی یکجہتی لوٹ آئی تو پھر عیسائیوں کی ساری متحدہ قوتیں بیکار ثابت ہوئیں۔ بیت المقدس پر سال تک مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ اب اس پر یہودیوں کا تسلّط ہے۔ یہودی اپنی عارضی کامیابی پر چاہے جتنا خوش ہو لیں۔ یہ یہودی لڑائی صلیبی جنگ کی طرح برسوں جاری رہے گی۔ مسلمانوں میں جب کبھی ان کی ایمانی غیرت اور اخوی یگانگت اصلی معنوں میں عود کر آئے گی تو کوئی نورالدین زنگی اور کوئی صلاح الدین ایوبی پھر پیدا ہو کر رہے گا۔ اور قرآن حکیم کی بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ ان یہودیوں پر ایسے لوگ ضرور مسلّط کرے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے۔
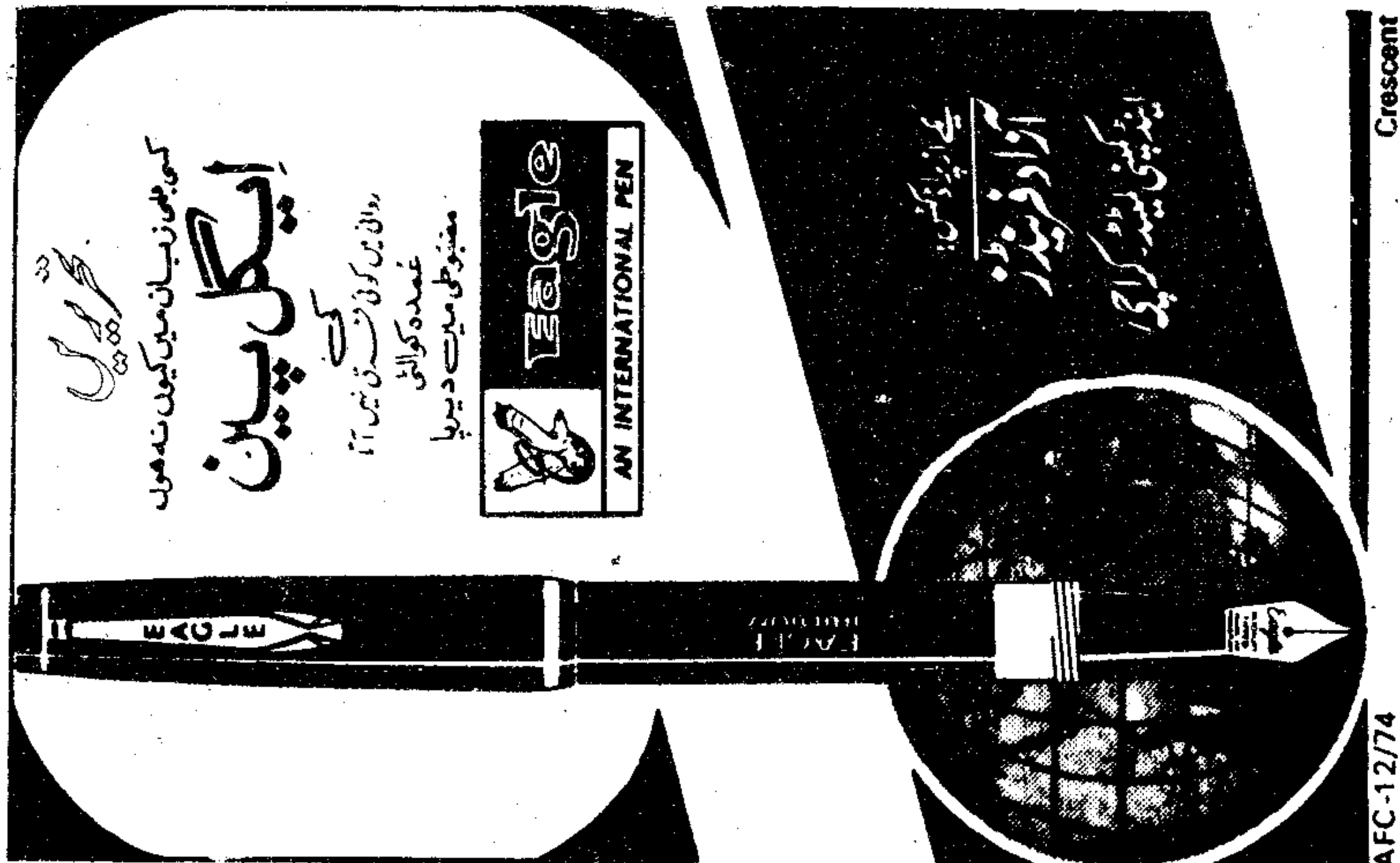
حضرت شیخ الحدیث سہارنپوریؒ کی تعزیت

مولانا ابوالحسن ندوی کا مکتوب گرامی

محب عزیز و گرامی مولانا سمیع الحق صاحب رفاہ اللہ واعلیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والد ماجد مخدوم محترم حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدظلہ کا تعزیت نامہ اس حقیر کے نام پہنچا۔ حضرت کو تو خط لکھنے اور شکریہ ادا کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آپ سے بے تکلف ہوں اس لئے آپ کو لکھ رہا ہوں۔ اس سے بڑی عزت حاصل ہوئی۔ کہ حضرت والا نے حضرت شیخ کی تعزیت کا مجھے مستحق سمجھا۔ واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت کو مجھ سے بالکل سرپرستانہ و پدرانہ تعلق تھا۔ اور ایسی خصوصیت حاصل تھی کہ شاید مشکل سے دو ہی ایک افراد خاندان کو حاصل ہوگی۔ یہ حادثہ بقول حضرت کے پورے طبقہ اہل علم اور پورے عالم اسلام کے لئے صدمۂ عظیم ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک تعزیت کا مستحق ہے۔

الحمد للہ ایصال ثواب کا پورا اہتمام ہوا۔ میری طرف سے آپ سب حضرات تعزیت قبول فرمائیں عظم اللہ اجرکم فی الفقید العظیم ووقاکم اللہ کل مکروہ۔

حضرت کی خدمت میں بہت بہت سلام

والسلام مع الاکرام

مخلص

ابوالحسن علی

۲۲ جون ۱۹۸۲ء

لکھنؤ

افادات مولانا عبدالحلیم صاحب مردانی ۔ صدر مدرس دار العلوم حقانیہ
ضبط و ترتیب ۔ حافظ محمد ابراہیم فانی

بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح

تعلیمی سال کے اختتام پر بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح شیخ الحدیث و التفسیر مولانا عبدالحلیم صاحب مردانی نے فرمائی موصوف کئی سالوں سے دار العلوم میں بخاری شریف جلد ثانی پڑھا رہے ہیں۔ جلد ثانی کے اختتام پر مورخہ ۶ رمئی ۱۹۸۲ء کو دار الحدیث ہال میں ان کا یہ درس نذر قارئین ہے (محمد ابراہیم فانی)

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيّات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ۔ ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً سيد الاولين والآخرين سيد الانبياء والمرسلين عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين ۔ اما بعد!

وبالسند المتصل الى امير المومنين فى الحديث ابى عبد الله محمد بن اسمٰعيل بن ابراهيم بن مغيرة بن بردزبه قال باب قول الله عز وجل ونضع الموازين القسط ليوم القيامة وان اعمال بنى آدم وقولهم توزن ۔ وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومية ويقال القسط مصدر المقسط وهو العادل واما القاسط فهو الجائر۔

حدثنا احمد بن اشكاب قال حدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن قعقاع عن ابى زرعة عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم كلمتان حبيبتان الى الرحمٰن خفيفتان على اللسان ثقيلتان فى الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔

حدیث شریف کے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں آٹھ ابحاث ہیں۔ بحث اول بیان ربط ہے۔ آخر کتاب کا اول کے ساتھ یعنی ربط خاتمہ فاتحہ کے ساتھ کہ فاتحہ اور خاتمہ کے درمیان کونسی مناسبت ہے۔ ان دونوں کے مابین کیا ارتباط ہے۔ تو فاتحہ میں بیان بدء کیفیت وحی ہے۔ اور ساتھ ساتھ انما الاعمال بالنیات ذکر کیا ہے۔ اور خاتمہ میں یہ حدیث مذکورہ ہے۔ کہ بنی آدم کے اعمال و اقوال تولے جائیں گے۔ اور اس طرح اس بحث میں بیان مناسبت ہے۔ اس باب کا کتاب کے ساتھ جو کہ کتاب الرّد علی الجھمیہ التوحید ہے۔ تو یہ حدیث اس کتاب کے ذیل میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے لایا ہے۔ اس باب اور کتاب کے مابین کونسی مناسبت ہے۔ اور اسی طرح باب مذکورہ کا ارتباط ابواب سابقہ کے ساتھ باب قرأۃ الفاجر والمنافق واصواتہم وتلاوتہم لایجاوز حناجرہم۔

تو بحث اول میں انہی مناسبات اور ارتباطات کا ذکر ہوگا۔

۱۔ مناسبت خاتمہ فاتحہ کے ساتھ۔ ۲۔ مناسبت باب مذکورہ کتاب الرّد علی الجھمیہ کے ساتھ۔ ۳۔ اس باب کا ربط ابواب سابقہ کے ساتھ۔

دوسری بحث اس حدیث سے من حیث العربیہ۔ تیسری بحث من حیث اللغۃ یعنی مشکل لغات سے بحث۔ اس دوسری اور تیسری بحث میں لغت اور ترکیب کے لحاظ سے بیان ہوگا۔ چوتھی بحث ہے رجال سند کے بیان میں۔ اس میں حدیث کے راویوں کا بیان ہوگا۔ پانچویں بحث حدیث باب سے من حیث علم الحدیث۔ چھٹی بحث حدیث باب سے باعتبار علم الکلام۔ ساتویں بحث حدیث باب سے باعتبار تصوف و عرفان۔ آٹھویں بحث امور متعلقہ بالمیزان۔ تو یہ آٹھ ابحاث ہیں۔ ترتیب وار۔ ان کا بیان ہوگا۔

بحث۔ ربط خاتمہ فاتحہ کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فاتحہ کتاب میں دو امر میں ذکر کی ہیں۔ امر اول بیان کیفیت وحی۔ امر ثانی۔ انما الاعمال بالنیات یعنی مناط اور مدار مقبولیت اللہ کے ہاں نیات ہیں۔ امر اول میں اشارہ ہے اس بات کا کہ حیات انسانی کی تشکیل یہ وحی کے ساتھ منوط اور متعلق ہے۔ جو کہ بواسطہ رسل من جانب اللہ پیغام ہے بندوں کو۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس تمام عالم کا جس کا ایک جزء انسان ہے خالق و مالک اور رب ہے۔ انسان کی حیثیت عبد مملوک مخلوق اور مربوب کی ہے۔ عبد کا فریضہ رضائے مالک کے مطابق کام اور خدمت کرنا ہے۔ اب حیاتِ انسانی کے مختلف شعب اور مختلف زاویے ہیں۔ عقائد و عبادات ہیں معاملات و معاشرات ہیں۔ اخلاقیات و عقوبات ہیں۔ جن کے مجموعے کا خلاصہ سیاست ملّی اور سیاست ملکی ہے اسی کا نام دین ہے اور یہ تمام شعب متعلق ہیں۔ وحی من جانب اللہ کے ساتھ۔

ضرورت وحی اور ضرورت رسل انسان کو اللہ تعالیٰ کی مرضی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے۔ کہ عقائد میں رضائے مولا کیا ہے؟ عبادات و معاملات بھی اللہ کی مرضی کے مطابق نبھانے ہوں گے۔ اسی طرح باقی اجزاء میں رضائے

رب کو دیکھنا ہو گا۔ اور رضائے الٰہی معلوم کرنا بغیر اعلام من اللہ کے ناممکن ہے۔ اس اعلام بالشرائع کو وحی کہتے ہیں۔ اس مختصر بات سے ضرورت وحی بھی ثابت ہوئی۔ لیکن وحی سے ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا اور نہ ہر شخص کے روگ کا یہ کام ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اللہ تعالیٰ اس (عظیم الشان بوجھ) کے برداشت کے لئے اور وحی سے استفادہ کے لئے خاص بندگان پیدا کرتے ہیں جن کی تربیت خداوند قدوس خود فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کو ارشاد ہے کہ واصطنعتک لنفسی اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے۔

اس سے ضرورتِ رسالت اور ضرورتِ رسل ثابت ہوئی۔ اس قسم کے پاک باز اشخاص اور قدسی نفوس اللہ تعالیٰ سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور بندگانِ خدا کو افادہ دیتے ہیں۔ اس رسالت اور واسطے کو خدا کی ضرورت نہیں بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ کیونکہ ہم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ میں کمالِ تجرد ہے اور ہم مادی محض ہیں۔

بطور مثال | جیسا کہ آپ جسم طبعی کو دیکھتے ہیں۔ انسانی بدن گوشت اور ہڈی دونوں سے مرکب ہے۔ ہڈی میں انتہائی درجہ صلابت اور سختی ہے۔ جب کہ گوشت نہایت نرم ہے سختی اور نرمی دونوں کے درمیان تضاد اور باہم دگر تباین ہیں۔ ایک دوسرے سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اگر ان کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو تو پھر یا تو ہڈی بغیر غذا کے رہ جائے گی اور گوشت بیکار ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو دونوں کی نشوونما تناسب سے منظور ہے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان غضروف پیدا کر دئے۔ جو گوشت سے سخت اور ہڈی سے نرم ہے۔ اس کا دونوں کے ساتھ یعنی عظم و لحم کے ساتھ معتدل تناسب ہے جو دونوں کے لئے قابل برداشت ہے۔ اور اسی کے ذریعہ دونوں کے درمیان سلسلہ ربط جاری ہے۔

یہی حال بندوں کا ہے اللہ تعالیٰ شانہ نے ایسے ذوات پیدا کئے۔ جو انبیاء اور برگزیدہ رسل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ و اخذ کرتے ہیں۔ اور مخلوقِ خدا کو پہنچاتے ہیں پس امر اول میں اشارہ ہے اس امر کا کہ تشکیلِ حیات انسانی منوط اور موقوف ہے وحی پر۔ تو وحی و اعلام کو ضرورت پیش آئی۔ اور وحی کا نزول پیغمبر پر ہوتا ہے۔ تو اس سے احتیاج الی الرسل بھی ثابت ہوئی۔

عقل رہنمائی میں مستقل نہیں | اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو جوہر عقل سے سرفراز فرمایا ہے لیکن ان شعب حیاتِ انسانی میں عقل رہنمائی میں مستقل نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ وحی الٰہی کا نزول پیغمبر پر ہوتا ہے تو اس سے احتیاج الی الرسل بھی ثابت ہوا۔

عقل رہنمائی میں مستقل نہیں | اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو جوہر عقل سے سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن ان شعب حیاتِ انسانی میں عقل رہنمائی میں مستقل نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ وحی الہٰی کا نور شامل حال نہ ہو۔ یہ قاعدہ کیفیت بدؤ وحی سے حاصل ہوا۔

امرِ ثانی جو کہ انما الاعمال بالنیات ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کا۔ کہ حیاتِ انسانی کے جتنے بھی شعب ہیں اس کے صرف ظاہری شکل پر آثار مرتب نہیں ہوتے۔ جب تک اس میں روح نہ ہو۔ تم کاغذ یا دیوار پر گھوڑے کا نقشہ اور تصویر کھینچو۔ تو اس پر کیا؟ نہ تم اس پر سوار ہو سکتے ہو۔ نہ تم اس پر گھر پہنچ سکتے ہو نہ بوجھ لاد سکتے ہو۔ نہ تانگہ کھینچ سکتے ہو۔ اس لئے کہ اس میں روح موجود نہیں۔ تو اسی طرح جب ان اعمال میں روح موجود نہ ہو۔ اس پر آثار مرتب نہیں ہو سکتے۔ اور اعمال کی روح اخلاص اور نیتِ خالص لوجہ اللہ ہے۔ تو وہ انما الاعمال بالنیات میں بیان فرمایا۔ ابتداء کتاب سے لے کر یہاں تک دو جلدیں بخاری شریف کی ختم ہوئیں۔ شعبِ حیاتِ انسانی کی تشکیل ہوئی۔ اور اس کے روح کا بھی بیان ہوا۔

حدیثِ باب اور کتاب التوحید کے درمیان ربط | کتاب الرد علی الجھمیہ یعنی کتاب التوحید یہ موضوع ہے برائے بیانِ توحید اور حدیثِ باب موضوع ہے برائے تنزیہہ و تقدیس کہ اللہ تعالیٰ تمام نقائص سے پاک اور مبرّا ہے۔ اور تمام صفاتِ کمال کے لئے جامع ہے۔

سبحان اللہ سے اول معنی حاصل ہوا۔ یعنی پاک ہے پروردگارِ عالم تمام ان نقائص سے جو منافی ہیں الوہیت و ربوبیت کے۔ اور جامع ہے ان صفات کمال کے لئے جو ملائم اور مناسب ہیں۔ ربوبیت و الوہیت کے ساتھ۔ یہ معنی بحمدہٖ سے حاصل ہوا اور سبحان اللہ العظیم میں عظمت افعال کی طرف اشارہ ہے۔

صفاتِ سلبی و ثبوتی | تو سبحان اللہ سے صفاتِ سلبیہ کی طرف اشارہ ہے اور بحمدہٖ سے صفاتِ ثبوتیہ کو اور تیسرے جملہ (سبحان اللہ العظیم) سے صفاتِ افعال کو۔ ان تمام کمالات میں خداوند قدوس متفرد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہی توحید ہے۔

حدیثِ باب کی مناسبت ابواب سابقہ کے ساتھ | ابواب سابقہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ افعالِ عباد جو کہ کتابت و تلاوت اور قرأت ہیں۔ یہ تمام حادث اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان کو وزن کئے جائیں گے یہ وارد ہیں اس قرآن پر جو کلام نفسی قدیم ہے تو وارد حادث ہے اور مورد قدیم۔

امام بخاریؒ پر ایک شبہ کا ازالہ | امام بخاری نے فرمایا ہے کہ لفظی بالقرآن حادث۔ اس سے ان پر شبہ وارد ہوتا تھا کہ قرآن تو قدیم ہے۔ آپ نے کس طرح اور کیوں اس پر حادث کا اطلاق کیا تو حدیثِ باب سے اس شبہ کا ازالہ فرمایا اور ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت بھی ظاہر فرمائی۔

بحث من حیث العربیہ اور بحث من حیث اللغۃ فرماتے ہیں۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیامہ

لفظ قسط اور قسط (بالفتح والکسر) قسط کسرہ کے ساتھ عدل کو کہتے ہیں۔ انصاف کو کہتے ہیں۔ اور قَسط فتح کے ساتھ جور وظلم کو کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے۔

واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا۔ اور بے انصاف ہیں وہ ہوئے جہنم کے ایندھن۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ جو امام لغات القرآن ہیں۔ کہ قسط حظ نصیب اور حصہ کو کہتے ہیں۔ قاسط اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے شخص کو اپنا حصہ نہیں دیتا۔ تو یہ جور ہے۔ اور مقسط وہ شخص ہے جو دوسرے کو اپنا حصہ دیتا ہے۔ تو یہ عدل اور انصاف ہے۔ اور یہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ القسط مصدر المقسط اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ مقسط تو باب افعال ہے مصدر اس کا اقساط ہے۔ نہ کہ قسط۔ تو اس کی توجیہہ آسان ہے۔ یہاں پر عبارت میں حذفِ مضاف ہے یعنی القسط مصدر مصدر المقسط ہے۔ مقسط کا مصدر اقساط اور اقساط کا مبدا مصدر قسط ہے جب قسط کو جور کے معنی پر لیا جائے۔ تو پھر ہمزہ اقساط میں برائے سلب آئے گی۔ ازیں صورت سلب جور انصاف اور عدل

ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ۔ یہاں پر القسط منصوب ہے۔ تو اگر اس کو ہم صفت مان لیں موازین کے لئے۔ تو اس پر سوال وارد ہوتا ہے۔ کہ صفت اور موصوف کے درمیان مطابقت اور موافقت ضروری ہے یہاں پر صفت اور موصوف کے مابین موافقت نہیں۔ کیونکہ القسط مفرد ہے اور موازین جمع ہے۔ تو اس کے مختلف جوابات ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ قسط مصدر ہے اس کی جمعیت کو ضرورت نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عبارت حذفِ مضاف کے ساتھ ہے۔ تقدیر عبارت کچھ یوں ہے۔ ونضع الموازین لاجل القسط۔ اور لاجل القسط متعلق ہے۔ نضع کے ساتھ علت ہے نضع کے لئے۔

ایک اشکال اور تفسیر میں امام بخاریؒ کی عادت اس کے بعد فرماتے ہیں قال مجاہد القسطاس العدل۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قسطاس کا ذکر کس مناسبت سے یہاں کیا گیا ہے۔ حدیث باب میں تو قسطاس کا ذکر نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے کیونکہ القسطاس العدل فرمایا۔ لیکن کتاب التفسیر میں آپ امام بخاری کی عادت سے واقف ہو گئے ہوں گے۔ کہ ایک لفظ کسی آیت یا نظم یا سورت میں آیا ہو۔ تو امام بخاری اس دوسرے لفظ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ قسطاس قسط کے ساتھ مادہ میں شریک ہے ق س ط۔ اسی مناسبت سے قسطاس کے معنی کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں غیر عربی لغات کے بارے میں علماء کی آراء قسطاس رومی لفظ ہے جس کے معنی عدل و انصاف کے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وزنوا بالقسطاس المستقیم۔ اور تو لو سیدھی ترازو سے۔

یہاں سے دوسری بحث کا آغاز ہوتا ہے کہ قسطاس تو لفظ رومی ہے۔ اور قرآن پاک متصف ہے عربیت کے ساتھ۔ انا انزلناہ قرآناً عربیاً الآیہ ہم نے اسے اتارا ہے قرآن عربی زبان کا۔

تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں لفظ رومی کیسے آیا؟ اس بحث میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم الٓم سے لے کر والناس تک اس میں سوائے عربی کے دوسرا کوئی لفظ نہیں۔ تمام عربی الفاظ ہیں جن الفاظ کے متعلق یہ توہم ہوتا ہے۔ کہ وہ غیر عربی ہیں۔ رومی وغیرہ تو وہ الفاظ غیر عربی نہیں بلکہ عربی ہیں۔ البتہ یہ توارد لغات ہے۔ جس طرح کہ توارد اسامی۔ ایک شخص اپنے بیٹے کے لئے زید نام رکھتا ہے اسی طرح دوسرا شخص اپنے بیٹے کے لئے زید نام رکھتا ہے۔ یا یں طور تیسرا شخص۔ ہر ایک دوسرے کے بارے میں معلوم نہیں۔ کہ یہ نام فلاں کے بیٹے کا بھی ہے۔ اسی طرح یہاں یہ لفظ عربی میں بھی مستعمل ہے۔ رومی میں بھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن پاک میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں۔ لیکن بعد التعریب۔ یعنی یہ الفاظ غیر عربی تھے پھر اس کو عربی میں منتقل کر دیئے گئے۔ عربی کو منتقل ہونے کے بعد ہم اس کو عجمی نہیں کہہ سکتے جس طرح مشکوۃ۔ قسطاس۔ سجیل وغیرہ

تیسرا قول یہ ہے کہ قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں بغیر تعریب کے۔ یعنی بغیر عربی زبان کو منتقل ہونے اس میں غیر عربی الفاظ مستعمل ہیں۔ اور یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ قرآن حکیم تو متصف ہے عربیت کے ساتھ۔ جب اس میں عجمی الفاظ آئے تو یہ کس طرح عربی ہوا۔ تو اس کے دو توجیہہ ہیں۔

اول توجیہہ تو یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر الفاظ کے قرآن کریم اکثر لغات عربی ہیں۔ تین یا چار غیر عربی لغات اس میں آئے تو یہ عربیت قرآن کے لئے قادح نہیں۔ دوسری توجیہہ یہ ہے کہ یہ عربی ہے باعتبار اسلوب کے یعنی قرآن کریم کا اسلوب عربی ہے اگر الفاظ اس میں غیر عربی آجائیں تو یہ عربیت قرآن کے ساتھ منافی نہیں۔

موازین کی تحقیق اور علماء کے اقوال | موازین میں دو اقوال ہیں۔ مشہور قول تو یہ ہے کہ موازین جمع ہے میزان کا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ جمع ہے موزون کا جس طرح مشاہیر جمع ہے مشہور کا۔

موازین کی جمعیت میں آراء مختلفہ | اب یہاں موازین جمع کیوں لایا۔ آیا میزان کے افراد متعدد ہیں۔ یا کیا وجہ ہے؟ تو اس بارے میں بھی تین آراء ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے علیحدہ علیحدہ میزان ہے۔ تو موازین متعدد ہو گئے بعض فرماتے ہیں۔ باعتبار تعدد اعمال کے اور بعض کے نزدیک چونکہ عمال اور اشخاص مختلف ہیں عاملین متعدد ہیں تو باعتبار عاملین موازین جمع لایا ہے۔ عبارت یہاں مقدر ہو گا۔ ونضع الموازین لحساب یوم القیامۃ۔ اور مراد میزان سے بنا بر قول راجح و مشہور یہی آلہ جسمانی ہے۔ کیفیت اس کی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور معتزلہ کے نزدیک مراد اس سے فیصلہ عادل ہے۔ اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

آگے فرماتے ہیں۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن الخ یہاں پر چار خبر مقدم ہیں۔ اور مبتدا موخر ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ

سبحان اللہ العظیم - یہ مجموعہ مبتدا مؤخر ہے اور اخبار مقدم ہیں - کلمتان بمعنی کلامان - یہ پہلی خبر حبیبتان الی الرحمٰن یہ دوسری خبر خفیفتان علی اللسان یہ تیسری اور ثقیلتان فی المیزان یہ چوتھی خبر ہے -

فائدہ تقدیم | تو یہ چار اخبار مقدم ہیں مبتدا پر کہ سبحان اللہ وبحمدہ باعتبار ہذا القول فائدہ حصر تشویق ترغیب - اور تحریص ہے - دو کلمات ہیں حبیبتان الی الرحمٰن - دل میں شوق جذبہ اور رغبت پیدا ہوا - وہ کونسے ہیں - پھر فرماتے ہیں - خفیفتان اور شوق بڑھ گیا ثقیلتان فی المیزان - دل میں اور رغبت پیدا ہو اتو تحریص بمعنی برانگیختہ کرنا ترغیب رغبت پیدا کرنا تشویق شوق بڑھانا - یہ تقدیم کا فائدہ ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے - اس کا شوق اس کے سننے اور یاد کرنے کو پیدا ہو جائے - کہ وہ کلمات کونسے ہیں - سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم -

سبحان اللہ - سبحان مصدر ہے اس کے لئے فعل محذوف ہے - اُسبّح سبحان اللہ - وبحمدہ اس میں ایک توجیہ یہ ہے کہ واو حالیہ ہے - تقدیر عبارت یوں ہے اُسبّح اللہ تسبیحًا متلبسًا بالحمد یا واؤ عاطفہ ہے تو پھر فعل کو مقدر کرنا پڑے گا - اسبّح و اتلبّس بالحمد یا تقدیر فعل از مصدر ثنا لاؤ گے تو عبارت یوں ہو گی - و اُثنی علی اللہ بحمدہ -

آگے فرماتے ہیں سبحان اللہ العظیم تسبیح، تقدیس اور تنزیہہ کو کہتے ہیں - اللہ تعالیٰ تمام شوائب نقصان سے پاک ہے تمام شوائب نقصان اس جملہ میں آئے - سبحان اللہ وبحمدہ تمام محامد صرف اللہ کے لئے ثابت ہیں - اس میں منحصر ہیں - اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی اور کا حمد ہوتا ہے تو وہ بالواسطہ اور مجازاً ہوتا ہے - اس لئے کہ حمد کے لئے احسان صفت کمال اور نعمت ضروری ہے اور اللہ کے پاس کمال کا خزانہ ہے - احسانات اور نعمائے کے خزائنے اللہ کے ہاتھ میں ہیں - باقی کسی کے پاس بھی نہیں - وما بکم من نعمۃ فمن اللہ - تو صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ دونوں اللہ کے لئے ثابت ہوئے - سبحان اللہ العظیم اللہ پاک عظیم الافعال ہیں -

بحث باعتبار سند اور بحث باعتبار علم الحدیث | اس حدیث میں یہ جو سند آئی ہے - حدثنا احمد بن اشکاب الخ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ تمام رواۃ سوائے صحابی کے کوفیین کوفہ کے رہنے والے ہیں - خواہ وہ ابتداً کا کوفی تھے یا کوفہ کو منتقل ہو گئے تھے - سوائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ وہ صحابی اور مدنی ہیں -

مغالطہ اور اس کا ازالہ | احمد بن اشکاب - یہ اشکاب لقب ہے احمد کے والد کا - اس کا اصل نام یا معمر ہے یا مجمع - اس اشکاب لقب پر تین افراد ملقب ہیں - احمد بن اشکاب - علی بن اشکاب اور محمد بن اشکاب - حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بظاہر اس سے یہ توہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ تینوں ایک ہی والد یعنی اشکاب کے بیٹے ہیں - حالانکہ ان میں کسی قسم کا اشتراک نہیں - ایک کا گاؤں علیحدہ - دوسرے کا وطن جدا اور تیسرے کا علاقہ کوئی اور - صرف اشکاب کے لفظ میں اشتراک آیا ہے - ایسا نہیں کہ اشکاب ان کا والد ہے - اور ان تینوں کے درمیان اخوت ہے -

ابوزرعہ - یہ ابو زرع سے روایت کرتے ہیں۔ ابوزرعہ تین آدمیوں کی کنیت ہے۔ تین راویوں کا کنیہ ابو زرع ہے۔ حرم بن عمر بن جریر بن عبداللہ البجلی مدنی اس کو ابوزرع کہتے ہیں۔ دوسرا ابوزرع دمشقی ہے اس کا نام عبدالرحمن ہے۔ تیسرا ابوزرع رازی ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالکریم ہے۔ یہاں پہ ابوزرعہ سے پہلا یعنی حرم بن عمرو بن جریر بن عبداللہ البجلی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو تین جگہ بخاری شریف میں ذکر کیا ہے۔ کتاب الایمان والنذور، کتاب الدعوات میں اور تیسرا اس مقام پر۔ یہ حدیث سوائے ابوداؤد کے تمام صحاح ستہ نے ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ حدیث غریب حسن صحیح۔ غریب بایں اعتبار کہ صحابی سے لے کر نیچے راوی تک ہر ایک اپنے شیخ میں منفرد ہے۔ ابوزرع ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہیں۔
عمارہ بن قعقاع تنہا ابوزرع سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن فضیل اور اسی طرح احمد بن اشکاب۔ اس وجہ سے چونکہ ہر طبقہ میں راوی منفرد ہے۔ اپنے شیخ میں اس لئے اس کو غریب کہا۔ تو یہ حدیث اس کتاب میں تین جگہ لایا ہے

بحث اس حدیث سے باعتبار علم الکلام | اس سے ثابت ہوا کہ وزن اعمال حق ہے۔ اب وزن کے لئے وازن موزون اور موزون بہ چاہیئے اور اسی طرح اعمال۔ آیا اعمال اسی ہیئت کذائی پر جب کہ یہ اعراض ہوں۔ وزن کئے جائیں گے یا مجسم کئے جائیں گے۔ یا اعمالنامے تولے جائیں گے۔

اعمال کس طرح وزن کئے جائیں گے | اس میں تین اقوال ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اعمال تو اعراض ہیں۔ ان کو کس طرح وزن کریں گے۔ اب ان کے دماغ صحیح ہو گئے ہوں گے۔ پرانے زمانے میں تو اعراض کی نمائش نہیں کی جا سکتی تھی اب ایک معمولی ڈاکٹر آتا ہے وہ زبان کے نیچے تھرمامیٹر رکھتا ہے اور حرارت کی پیمائش کرتا ہے کہ اتنے درجے حرارت ہے تو اس قسم کے سوالات آج کل بےہودہ ہو چکے ہیں۔ آج کل لوگوں نے سورج کی شعاعیں وزن کر لی ہیں کہتے ہیں کہ سورج کی بجلی ۸۰ ہ ہ من ہے اور تمام دنیا میں یہ جو بجلی پھیلی ہے اور جس پر کارخانے چلتے ہیں اور جس پر کاروبار حیات چالو ہے اس کا وزن سوا چھٹانک ہے۔ یہاں سے سورج نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ وہاں سے ہم تک یہ جو روشنی پہنچ جاتی ہے اس کی اتنی تپش اور روشنی ہے کہ تمام کائنات اس سے منور ہے۔ حالاں کہ کچھ تو راستے میں ضائع ہو جاتی ہے اور ہر شخص کو اس کی گرمی پہنچتی ہے۔ بہرحال اب تو اس قسم کے آلات پیدا ہو گئے ہیں کہ اعراض کو بآسانی ناپتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ اعمال مجسم کئے جائیں گے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اعمال نامے یعنی یہ اوراق تولے جائیں گے۔

بحث متعلقہ بالمیزان | میزان سے کیا مراد ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ میزان سے مراد عدل اور انصاف ہے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ نہیں یہی آلہ وزن ہے۔ مختلف اشیاء کے مختلف میزان ہیں۔ سونے کا علیحدہ۔ دکاندار کے

پاس علیحدہ، سٹیشن میں سامان تولنے کا میزان علیحدہ۔ یہ تمام میزان کے اقسام ہیں۔ اس میزان کی کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ کیونکہ یہ عالم آخرت سے متعلق ہیں۔ بہرحال میزان سے یہی جسمانی میزان مراد ہے۔

وازن کے بارے میں اقوال | رہ گئی یہ بات کہ اس کا وازن کون ہوگا۔ تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وازن خود اللہ تعالیٰ ہی ہوں گے۔ کیونکہ آیت میں ونضع صیغہ متکلم لایا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ملک الموت وازن ہوگا۔ کیونکہ لوگوں کو ملک الموت جمع کرتا ہے۔ ان کے ارواح قبض کرتا ہے تو بس یہی عزرائیل وزن کے لئے موزوں ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ وازن جبرئیل امین ہوگا۔ کیونکہ قانون تو اس نے لایا تھا۔ اعمال اس کے موافق ہوں گے یا نا موافق۔ چوتھا قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام وازن ہوں گے۔ امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اقوال صحیح ہیں۔ اور تمام کو اس میں دخل ہے۔ اللہ یا خود وازن ہوگا یا عزرائیل کہ اس نے ان کے ارواح قبض کئے ہیں۔ یا جبرئیل امین کہ اس نے قانون لایا ہے۔ دیکھنا ہے کہ کس نے قانون کی پابندی یا خلاف ورزی کی ہے یا آدم علیہ السلام جو ابوالبشر ہیں۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ ظلم تو کسی کے ساتھ نہیں ہو رہا۔ شفقت پدری کی وجہ سے تو اس کو بھی اس میں دخل ہے۔

موزون لہ میں اختلاف | وہ کون سے اعمال اور کن لوگوں کے ہوں گے جو تولے جائیں گے۔ امام بخاریؒ کے قول سے ثابت ہوا کہ ان اعمال بنی آدم وقولہم یوزن۔ تو بنی آدم ذکر کیا۔ اس میں پیغمبر بھی آئے۔ کافر بھی آئے شہداء اور اولیاء بھی آئے معصومین محفوظین تمام چھوٹے بڑے اس میں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ کہ معصومین اور پیغمبر اس سے مستثنیٰ ہیں۔ تیسرا قول یہ کہ کفار کا عمل کے ساتھ کیا کام۔ ان کے پاس تو حسنات ہے نہیں تاکہ ایک پلڑا میں حسنات اور دوسرے میں سیآت رکھے جائیں۔ تو وازن و موزون اور میزان تمام معلوم ہوئے۔

آخری بحث من حیث العرفان والتصوف | اس حدیث سے آپ کو یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ کے لئے صفات ہیں سلبی۔ یعنی نقائص سے منزہ ہے اور ثبوتی یعنی صفات کمال کے لئے جامع ہے۔ افعال اس کے افعال خیر ہیں۔ کامل افعال ہیں۔ ہم کو اس میں یہ سبق دیا گیا کہ تخلقوا باخلاق اللہ۔ اپنے آپ سے نقائص دور کریں۔ جو انسانیت کے منافی ہیں۔ کمالِ انسانیت کے لئے جو صفات مقتضی ہیں۔ وہ اپنے آپ میں پیدا کریں۔ جو کہ علم ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ اپنے افعال نیک کریں۔ صفاتِ کاملہ اپنے آپ میں پیدا کریں۔ نیک کردار نیک گفتار و نیک اطوار بنیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دعا | امام بخاری دوسرے ائمہ محدثین اور شراح نے نہایت عرق ریزی سے حضورؐ کے زرین اقوال ہم تک پہنچائے ہیں اللہ ان کا ہر ایک کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ اور تمام وہ طلبہ جو اس درس میں شریک ہیں یا پہلے شریک ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو فہم و علم تبلیغ و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
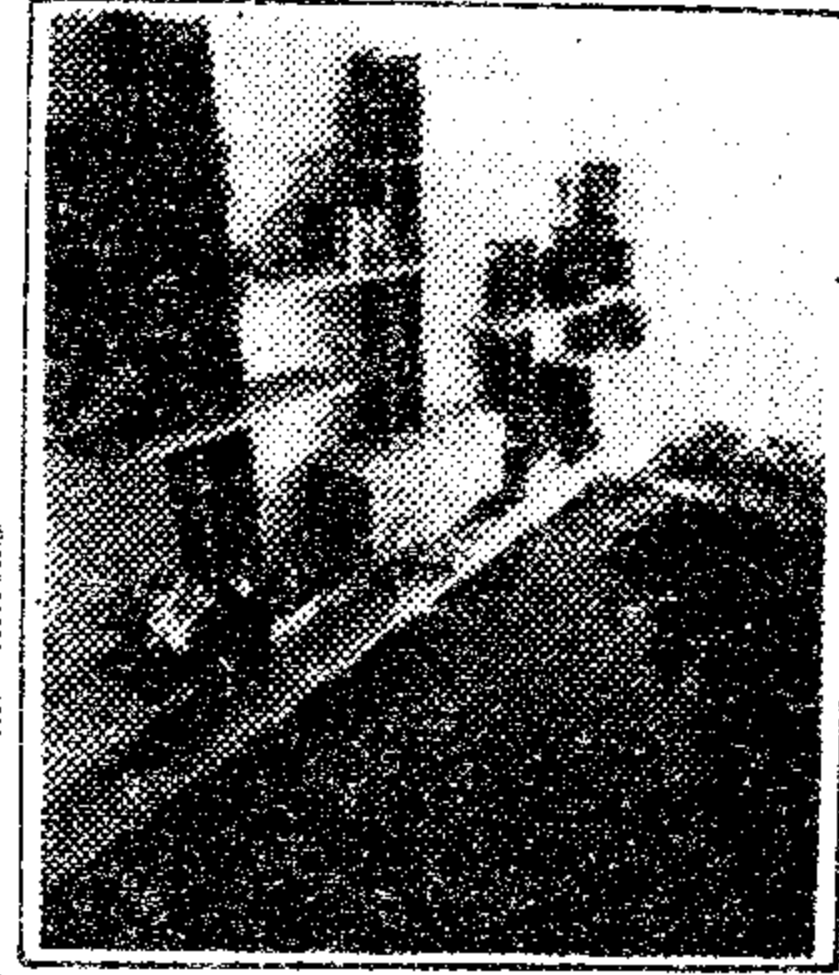
آرائش
زیبائش
حسن انتخاب
اونی ولٹن قالین
قائد آباد وولن ملز کے بنے ہوئے سادہ ولٹن قالین دیرپا نرم
اور آرام دہ ہوتے ہیں ہلکے اور دلکش رنگوں میں دستیاب۔ باذوق گھرانوں
دفتروں اور اعلیٰ ہوٹلوں میں حد درجہ مقبول۔ قیمت کے لحاظ سے یہ اونی قالین بے مثال ہیں
QWL
قائد آباد وولن ملز لمیٹڈ
پی آئی ڈی سی کا ایک ادارہ
STATE ENTERPRISE
ADGROUP

مجلہ رابطۃ العالم الاسلامی (عربی)
تلخیص و ترجمہ :- حافظ محمد ابراہیم فانی

قرنِ اول میں مدارسِ حدیث

اور روایتِ حدیث میں حضرات صحابہؓ کا منہج

مشیت ایزدی نے فتوحات اسلامیہ کا مسلسل اور وسیع سلسلہ شروع کیا۔ ۱۰ھ میں شام اور عراق فتح ہوئے۔ ۲۰ھ میں مصر مسلمانوں کے زیر نگیں ہوا۔ ۲۱ھ میں فارس و ایران اور ۵۶ھ میں سمرقند اسلام کے حلقہ اثر میں آیا۔ اور ان بلاد کی اکثریت نور ایمان سے منور ہوئی۔ ان کی تعلیم اور تفقہ کے لئے خلفاء اور مسلمان سلاطین نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت روانہ کردی جن میں سے بعض نے تو ان ممالک میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ یہاں تک کہ وہ وہیں وفات اور وہیں سپرد خاک کر دئیے گئے۔

جہاں کہیں بھی مسلمانوں کا خطہ ہوتا۔ وہاں صحابہ کرامؓ تشریف لے جاتے اور ان کے گرد تشنگان علوم حدیث جمع ہو جاتے۔ تو اس منبع فیض سے تابعین کا ایسا چشمہ پھوٹتا جس کا ہر قطرہ حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الف تحیۃ کا مستقل مدرسہ ہوتا۔ اگرچہ اس عہد کے مدارس اس وقت ہمارے مدارس کی طرح نہ تھے۔ لیکن ان کی روحانی وسعت اور اشراق و نور تحصیل و تطبیق کہیں بڑھ کر تھا۔ اس وقت مساجد کی رونق ان شیوخ سے تھی۔ وہیں وہ جمع ہوتے اور احادیث و تفقہ کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ یہاں تک کہ تابعین کی ایسی جماعت تیار ہوگئی کہ سنت اور حمایت سنت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا اور وہ نور ہدایت کے روشن چراغ اور ایقان و معرفت کے بلند مینار تھے۔ ذیل میں ہم اس عہد عظیم کے مدارس کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں مدرسہ حدیث | مدینہ منورہ جو کہ دار ہجرت نبوی اور موطن انصار جن کی ایثار و قربانی پر قرآن کریم میں تصریح آئی ہے۔

والذین تبوؤا الدار والایمان من قبلہم	اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں۔ اس گھر میں اور ایمان
یحبون من ھاجر الیہم ولا یجدون فی صدورھم	میں ان سے پہلے سے وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو

حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی
انفسہم ولو کان بہم خصاصہ
ومن یوق شح نفسہ فاولئک
ھم المفلحون

وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں
تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم
رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے۔ اور اگرچہ ہو اپنے اوپر
فاقہ۔ اور جو بچایا گیا۔ اپنے جی کے لالچ سے سو وہی لوگ
مراد پانے والے ہیں۔

مدینہ منورہ میں دولت اسلامی کی تشکیل مہاجرین والانصار کے درمیان مواخاۃ کی تکمیل ہوئی اور امت مسلمہ کو
قوت و دبدبہ ملا۔ اور یہاں سے اسلام ایک ناصر و فاتح طاقت کی حیثیت سے ابھرا۔ تشریع اسلامی کے اکثر احکام اور
حدیث نبویؐ کا وافر حصہ یہاں ظہور پذیر ہوا۔ مدینہ منورہ مسلمانوں کی توجہ کا مرکز بنا۔ اور صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک
کی یہ خواہش اور آرزو ہوتی کہ وہ مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنالے۔ یہاں تک کہ بعد وفات الرسول بھی ان کو مدینہ منورہ ہی
ایسا محبوب تھا۔ برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور کمال تمسک بسنۃ الرسول کی وجہ سے۔

طبقات ابن سعد میں محمد بن عمر سے روایت ہے کہ مہاجرین اہل بدر میں سے ہمیں کسی صحابی کے بارے میں یہ معلوم
نہیں کہ وہ مکہ مکرمہ واپس گیا ہو۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی سوائے ابی سبرہ کے کہ وہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کے بعد مکہ تشریف لائے۔ صحابہ کرام پر یہ بات ناگوار گذری۔ اگرچہ ان کے بیٹے اس کے رجوع کا انکار کرتے
ہیں۔ اور اس کا ذکر ان پر شاق گزرتا ہے۔

مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین حدیث اور فقہ ان کا وظیفہ تھا اور حدیث و فقہ میں ان کو اللہ
نے ملکہ راسخہ عطا فرمایا تھا۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

ان میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کتاب و سنت سے استنباط احکام میں ماہر تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
اپنی اصابت رائے کی وجہ سے اہم قضایا حل فرماتے۔ ان جلیل القدر اور جبال العلم صحابہ کرام کی موجودگی میں مدینہ منورہ
احادیث نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ کی عظیم درسگاہ تھی اور انہیں سے تابعینؒ کی ایک مہتم بالشان جماعت
تیار ہوگئی۔ جس میں سعید بن مسیب۔ عروہ ابن زبیر۔ ابن شہاب زہری۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود۔ سالم بن
عبد اللہ بن عمر۔ قاسم ابن محمد بن ابی بکرؓ اور حضرت نافع وغیرہم۔
ان مشاہیر اور اساطین میں سے ہیں جنھوں نے حدیث اور حفظ حدیث سنت اور التزام بالسنۃ کا نہایت غایت
درجہ اہتمام کیا۔

مکہ مکرمہ میں درسگاہ علوم حدیث | مکہ مکرمہ کو روحانی لحاظ سے ممتاز مقام حاصل ہے۔ یہ بلد حرام اس میں بیت اللہ الحرام اور کعبۃ اللہ ہے۔ ہر نماز میں ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو یہ مسلمانوں کا قبلہ اور اس میں دنیا کے مختلف گوشوں سے آتے ہوئے مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ حج کے موقعہ پر یہ ایک عظیم اسلامی مؤتمر کا منظر پیش کرتی ہے۔ ان وجوہات وخصوصیات کی بنا پر یہ درسگاہ حدیث اور مدینہ منورہ نشر واشاعت علوم حدیث اہتمام اسانید اور تنقیح وتوشیح مرویات میں بلاد عالم کے اور مدارس سے ممتاز ہیں۔ اس مدرسہ کے شہسواران علم میں حضرت معاذ بن جبل رض کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کی خداداد قابلیت اور احکام شرعیہ فقہیہ پر مکمل عبور کی وجہ سے حضور ص نے انہیں فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ تاکہ لوگوں کو کتاب اللہ اور احکام وشرائع دین سکھائے۔

پھر اس مکی دارالحدیث کے محور حضرت عبداللہ بن عباس رض بنے۔ جب وہ بصرہ سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لائے آپ ان اجلہ صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت اہتمام کے ساتھ حفظ کیں۔ انہی کے فیضان نظر نے حضرت مجاہد بن جبر، حضرت عکرمہ حضرت عطا بن ابی رباح جیسے جہاندیدہ اور نابغہ روزگار شخصیات پیدا کئے۔ اور انہی کے اجتہادی آرا اور روایتی تفقہ نے مکہ مکرمہ کے شہرت وفضیلت فقہی کو چار چاند لگائے۔ آپ کے اردگرد اتباع ومریدین کا حلقہ ہوتا۔ جو کہ آپ سے اکتساب و روائت فرماتے۔ اور اس چشمہ فیض کے جرعہ نوشوں سے مکہ مکرمہ کی حیات علمی روشن ہوئی۔

نشرگاہ علوم حدیث کوفہ میں | فتوحات اسلامیہ کے دوران بہت سے اصحاب رسول ص کوفہ چلے گئے۔ اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اور وہیں مدفون ہوئی۔ جن میں حضرت علی۔ عبداللہ بن مسعود۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعید بن زید۔ خباب بن ارت سلمان فارسی۔ حذیفہ بن یمان۔ عمار بن یاسر۔ ابوموسیٰ اشعری۔ براء بن عازب۔ مغیرہ بن شعبہ۔ نعمان بن بشیر اور ابو الطفیل (رضی اللہ عنہما) جیسے سرآمد روزگار صحابہ شامل ہیں۔

کوفہ لشکر اسلام کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ اس وجہ سے صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت یہاں آئی۔

دارالحدیث کوفہ کی قیادت حضرت عبداللہ بن مسعود رض کے ہاتھ میں تھی۔ آپ علمی تفوق کی وجہ سے مشہور تھے۔

مسروق بن اجدع ہمدانی۔ عبیدہ بن عمر سلمانی جن کے بارے میں حضرت امام شعبی فرماتے ہیں۔ کہ یہ قضاء میں قاضی شریح کے ہم پلہ ہیں۔ اسود بن یزید نخعی۔ شریح بن حارث الکندی۔ ابراہیم بن یزید نخعی فقیہ العراق۔ سعید بن جبیر اور عامر بن شرحبیل اس مشکوٰۃ علوم نبویہ کے روشن چراغ اور گردون احادیث رسول ص کے تابندہ ستارے ہیں۔

بصرہ میں علوم حدیث کا مرکز | بصرہ میں بھی بہت سے صحابہ جمع ہوتے جن میں انس بن مالک۔ ابن عباس عمران بن حصین۔ معقل بن یسار اور عبداللہ بن الشخیر رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم شامل ہیں۔ دارالحدیث بصرہ

کی رونق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ اس جامعہ حدیث کے فضلاء میں ابوالعالیہ رفیع ابن مہران الریاحی، حسن بصری جنہوں نے پانچ سو اصحاب کرامؓ سے ملاقات کی تھی۔ اور محمد بن سیرین (امام الرویا) جیسے تابعین کے نام قابل ذکر ہیں۔

شام میں مدرسہ حدیث | اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے شام فتح کیا۔ اہل شام کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے خلفا نے بھی شام کو خصوصی توجہ دی۔ انہیں تعلیم دینے اور احکام شریعت سکھانے کے لئے فضلا صحابہؓ کی ایک جماعت بھیج دی گئی۔ ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں مسجد حمص میں داخل ہوا تو میں نے وہاں تین سو اصحاب فرسان علم دیکھے۔ ان میں سے ایک سیاہ چشم، چمکیلے دانتوں والا، خاموش مزاج (باوقار) جوان دیکھا۔ جب انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور ان سے استفسار کرتے۔ تو میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ (جوان) کون ہے؟ اس نے کہا۔ معاذ بن جبلؓ۔

عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ جو کہ افقہ الناس فی الدین اور ابوالدرداء جو کہ فقہا صحابہ اور حفاظ میں سے تھے۔ شام میں تعلیم کے لئے بھیجے گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ شام میں اسلام کی نشر و اشاعت میں مصروف تھے جن کی ہدایت و وقعت علمی نے فضلاء تابعین کا ایک گروہ پیدا کیا جن میں ابوادریس خولانی اور رجاء بن حیوۃ جیسی شخصیات شامل ہیں۔

دارالحدیث مصر | جب مصر فتح ہوا تو صحابہ کرام کے قدوم نے سرزمین مصر کو مشرف کیا جن میں مشہور ترین حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ جن کو کتابت حدیث کی وجہ سے اور صحابہ پر فوقیت حاصل تھی۔ کیونکہ وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے اسے زیر قلم فرما لیتے۔

اسی طرح عقبہ بن عامر جہنی۔ خارجہ بن حذافہ۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور معاذ بن انس الجہنی وغیرہم بھی مصر تشریف لائے۔

انہی صحابہ کرامؓ سے کثیر تعداد میں اہل بلاد نے اکتساب فیض کیا۔ ان تابعین مصر میں ابوالخیر مرثد بن عبداللہ الیزنی مفتی اہل مصر اور یزید بن ابی حبیب نہایت مشہور ہیں۔

فتوحات کے ساتھ ساتھ ان مفتوحہ ممالک کے مختلف اقطار و امصار میں نشر و اشاعت، احکام اسلامیہ اور سنت رسول ﷺ کی تبلیغ کے لئے صحابہ کرام کی کثیر تعداد چلی گئی۔ احکام الہیہ اور سنت نبویہ کی تبلیغ میں دور دراز مسافتیں اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ صرف ایک صحابی رسول ﷺ نے کبھی کبھی مختلف مقامات کو کئی دفعہ سفر کیا۔ اس وجہ سے کبھی ان کو شامی، کبھی مصری اور کبھی مدنی کہا جاتا۔ یہ اس وجہ سے کہ ان بلاد کو طلب حدیث کی وجہ سے انہیں بار بار سفر کرنے پڑے۔

روایت میں حضرات صحابہؓ کا منہج | طلب علم نشر و اشاعت اور حفظ حدیث میں صحابہ کرام اور مسلمانوں کے

اس مقدمہ کیلئے انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ احادیث رسول وحی ہے۔ اور تحصیل علم وحفظ السنۃ جنت کی راہ ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ

تو حفظ حدیث اس کے فہم وتطبیق میں صحابہ کا حرص کوئی انوکھی بات نہیں جس طرح کہ انہوں نے اس کے تحفیظ کا نہایت اہتمام کیا۔ اسی طرح انہوں نے اس کی تبلیغ ونشر کا حق ادا کیا۔ کیونکہ ضرورت تھی کہ اس دین حق کو تمام مسلمانوں تک پہنچایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو اس کی تبلیغ پر آمادہ فرمایا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

نَضَّرَ اللهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ

اس وجہ سے صحابہ کرام نے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا بالکل اسی طرح اور لوگوں تک پہنچانے میں مکمل جدوجہد اور نہایت کوشش کی۔ اور صدق وثوق اب میں نہایت حزم واحتیاط سے کام لیا۔ اور استجابت نداء الٰہی کی وجہ سے کذب واختلاف اور خطا سے حتی الامکان اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔ ارشاد ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

اے ایمان والو۔ اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہ گار خبر لے کر تو تحقیق کر لو۔ کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے۔

اگرچہ بعض صحابہ کرام کو فکر معاش اور امور دنیا میں اشتغال کی وجہ سے تمام اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر نہ تھی۔ پھر بھی وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے پاس جاتے اور ان پوچھتے کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا انصاری پڑوسی بنی امیہ ابن زید مدینہ سے کچھ فاصلے پر رہتے تھے۔ تو ہم دونوں نے نوبت رکھی تھی۔ یعنی ایک دن وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دوسرے دن میں۔ جس دن میں جاتا۔ تو پھر میں اپنے پڑوسی کو اس دن کے احوال بتاتا۔ جب اس کی باری آتی تو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور مجھے اس دن کے احوال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واحادیث سے آگاہ کرتے۔

جیسا کہ بعض صحابہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کی فرصت نہ ملتی۔ یا وہ کسی جگہ تبلیغ دین کے لئے گئے ہوتے۔ یا کسی سفارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھیجے جاتے تو پھر وہ اپنے ساتھیوں کو طلب کرتے۔ اور ان سے اپنی غیر حاضری کی وجہ سے مجلس حضور کی روئیداد اور کیفیت سنتے۔ اور اس بارے میں وہ نہایت ہی احتیاط سے کام لیتے۔

اسی طرح باہر سے جو وفود آتے اور آپ سے درخواست کرتے کہ ہمیں تبلیغ اور تعلیم کے لئے مبلغین اور معلمین کی جماعت دی جائے تو آپ ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت روانہ کرتے۔ اور عورتوں کو امور دین سکھانے کے لئے

(باقی صہ ۵۰ پر)

Pakistan Navy

Calls Young Courageous and Enthusiastic Men with a Potential to Command
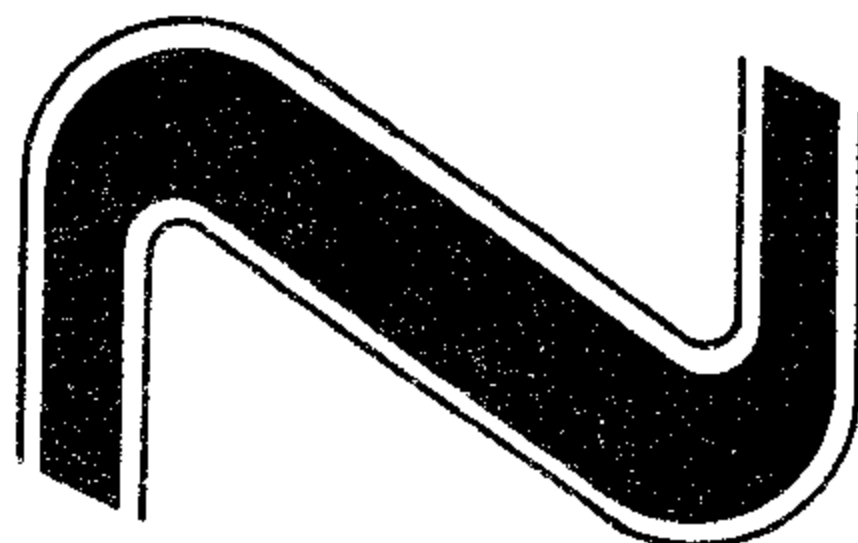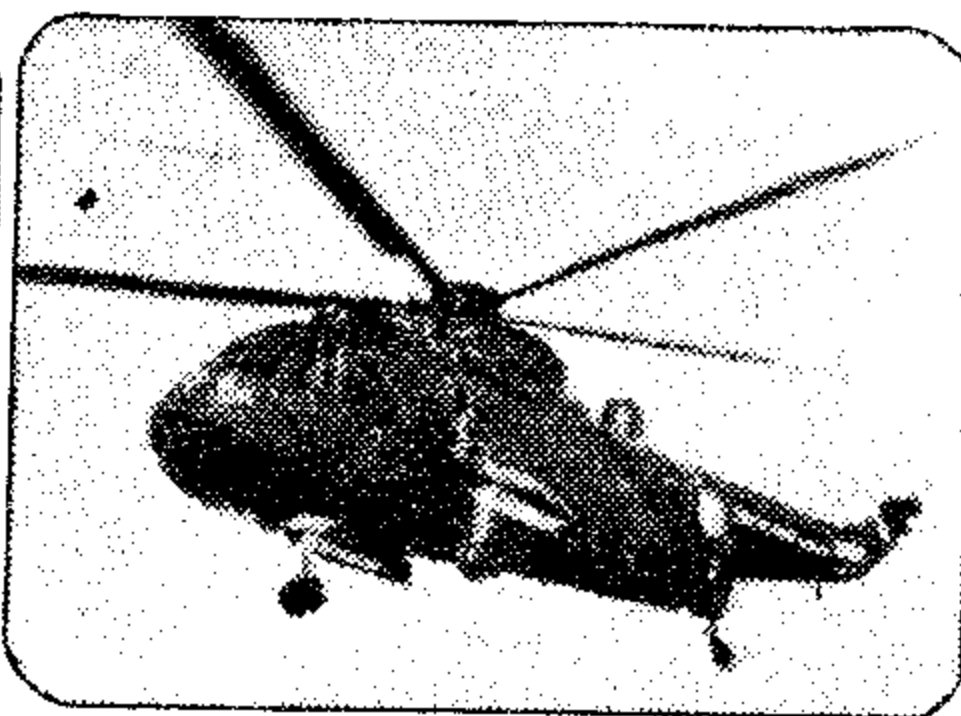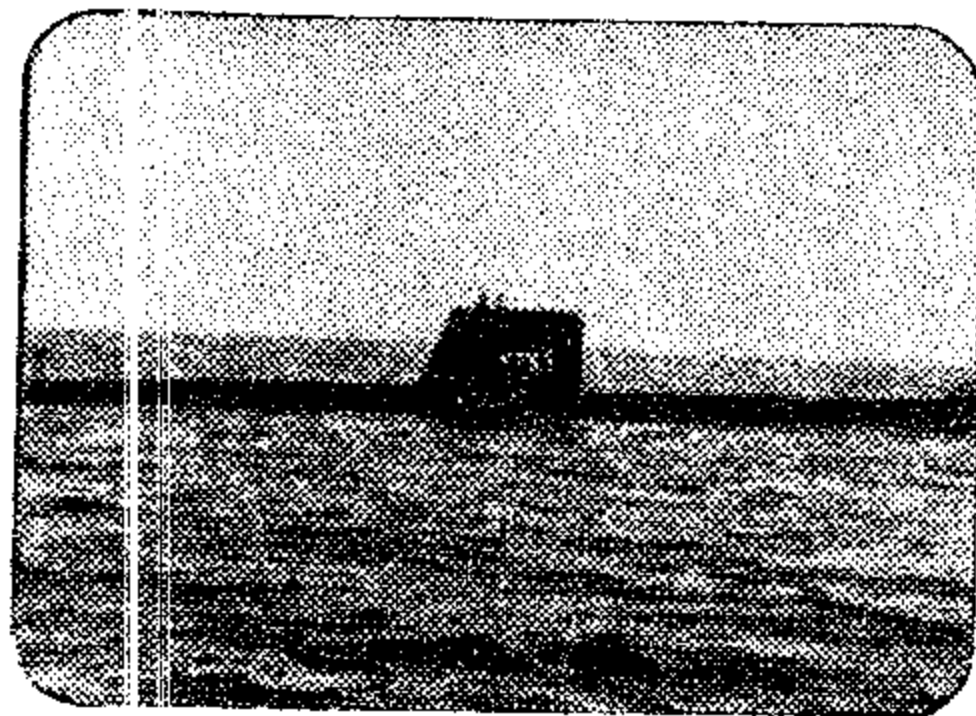
CADET SCHEME

Applications are invited for enrolment as 'N' Cadet which provides an opportunity to youngster matriculates to receive education upto HSC at PNS REHNUMA JUNIOR CADET COLLEGE followed by Regular Commission in Pakistan Navy.

ELIGIBILITY CONDITIONS

a) Nationality – Male citizen of Pakistan
b) Age Limit – 15 to 18 years on 1st January 1983
c) Educational qualification – SSC (Science Group or equivalent with at least 45% marks in Physics, Chemistry, Mathematics as well as in aggregate.)

NOTE: Candidates appearing in SSC (Supplementary) 1982 examination may also apply.

d) Marital Status – Unmarried.

INELIGIBLE CANDIDATES

a) Rejected twice by the Inter Services Selection Board.
b) Resigned or dismissed/withdrawn from Army/Naval/Air Force Training Establishments.
c) Dismissed/removed from Government service.
d) Convicted by a Court of Law for an offence involving moral turpitude.
e) Declared medically unfit by an Armed Forces Appeal Medical Board.

SELECTION PROCEDURE

a) Preliminary Medical Examination/Interviews by Naval Selection Board.
b) Medical Examination by a Medical Board in Service Hospitals.
c) Tests/Interviews by the Inter Services Selection Board.
d) Final Selection by Naval Headquarters.

PAY AND ALLOWANCES: In accordance with code in force.

For applications forms and other information apply to any of the following :-

a) Naval Headquarters (Directorate of Recruitment,) Islamabad.
b) Naval Recruiting Office, 7, Liaquat Barracks, Rafiqui Shaheed Road, Karachi.
c) Naval Recruiting Office , 23/F, Zafar Road, Lahore Cantt.
d) Naval Recruiting Office, D-85, 6th Road, Satellite Town, Rawalpindi.
e) Naval Recruiting Office, 57 Sher Shah Road, Multan Cantt.

NOTE: Applications forms/pamphlets available Despatched free of charge. No Postal order required.

for receipt of applications at Naval Headquarters (Directorate of Recruitment) ISLAMABAD

Last Date 5th AUGUST 1982

PID/Islamabad.

ADGROUP

قسط ۲

اعظم گڑھ میں سیمینار کی روئداد

وہ یہ ہے کہ جب سید سلیمان ندوی کو ندوۃ العلماء میں ۱۹۵۳ء میں دوبارہ جانے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے ندوہ میں داخلے کے وقت یہ شعر پڑھا تھا ؎

میں اپنے گھر میں آیا ہوں مگر انداز تو دیکھ میں اپنے آپ کو مانند مہماں لے کے آیا ہوں

بعینہٖ یہ شعر ان کے فرزند ارجمند ڈاکٹر سید سلمان نے اس موقع پر اپنے تاثرات شروع کرنے سے پہلے پڑھا۔ اور کہا کہ مجھے کچھ نہیں سوجھتا کہ بات کہاں سے شروع کروں اور کہاں لے جاؤں۔ اس جگہ (اعظم گڑھ) میرا بچپن، لڑکپن اور غرضیکہ جوانی تک کے ایام گذرے ہیں۔ اس متصل باغ میں کھیل کر جوان ہوا۔ مگر اسے دیکھنے کی نوبت نہ آئی۔ "تا آں کہ آج تقریباً پچیس تیس سال کے بعد یہاں آیا ہوں۔

افتتاحی اجلاس کے بعد ساڑھے تین بجے کے قریب مہمانانِ گرامی نے شبلی نیشنل کالج کا معائنہ کیا اور چار بجے شبلی اکیڈمی کی طرف سے دارالمصنفین کے خوبصورت گراسی لان میں عصرانہ دیا گیا۔ جس کے دوران سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب نے مجھے یاد فرمایا اور کتب خانے میں لے گئے جو ابھی عام لوگوں کے لئے بند پڑا تھا۔ فرمانے لگے کہ یہ مخطوطات کی نمائش خاص طور پر آپ حضرات کے دیکھنے کے قابل ہے۔ اس لئے آپ اسے ذرا تسلّی سے دیکھ لیں۔ بعد میں بھیڑ کے اندر اس قدر دیکھنے کا موقعہ نہ ملے گا۔ سینکڑوں نادر مخطوطات کا یہ مجموعہ اس پورے علاقے کی علمی و ثقافتی زندگی کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مخطوطات دیکھنے کا یہ انداز کہ اوپر سے ٹائیٹل پڑھ لئے اور بس یہ انداز عام نمائش بینوں کو تو اچھا لگتا ہوگا مگر مخطوطات کے شائقین اور محبین کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ وہ تو ان خطی نسخوں کو بغور دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ تاہم اس عجلت میں دارالمصنفین کے سارے بیش بہا ذخیرے پر نظر ڈالی اور باہر نکلے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یوں پیاس بجھی نہیں۔ بلکہ اور بھڑکی۔ اس شام نمائش کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ جسے سینکڑوں لوگوں نے بڑے انہماک سے دیکھا

شام کو سات بجے سیمینار کا پہلا اجلاس کانووکیشن ہال میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت قطر کے معروف عالم یوسف القرضاوی کر رہے تھے۔ اور ان کا ساتھ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی دے رہے تھے جب کہ اس جلسے کو جناب محمد رابع ندوی صاحب کنڈکٹ کر رہے تھے۔ مندرجہ ذیل مقالات اس اجلاس میں پڑھے گئے۔

۱۔ ڈاکٹر محمد محمود السلطناوی۔ انتشر الاسلام بالسلم لا بالسیف (عربی) صدر شعبہ شریعت وقانون ابوظبی

۲۔ سید امیر حسن عابدی (دہلی) ڈاکٹر براون اور اسلام

۳۔ پروفیسر خلیق نظامی (علی گڑھ) مستشرقین کے افکار کے مختلف ادوار

۴۔ پروفیسر سعید احمد اکبر آبادی (دہلی) گولڈ زیہر اور اسلام

ان مقالات کا اردو ترجمہ جناب سلطان حسن ندوی کر رہے تھے۔ اور اپنے یہ فرائض اس خوبی سے نباہ رہے تھے کہ ان کی زبان دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ آخر میں صدر جلسہ نے اپنے قیمتی تاثرات سے سامعین کو نوازا۔ اور تقریباً ۹ بجے یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

دوسرے دن صبح اس آواز نے ہمیں چونکا دیا کہ "مولانا آپ کتنے ہی بڑے مولانا بن جائیں تو جونیئر ہی ہیں"۔ یہ الفاظ مولانا عبد القدوس ہاشمی کے تھے جو مولانا ابوالحسن علی ندوی کو مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے جنہوں نے ازراہ لطف مولانا ہاشمی کو ان کے خیمے میں ہی ملنا پسند کیا۔ وہیں ہمیں معلوم ہوا ندوۃ العلماء میں یہ دستور ہے کہ سینئر طلبا کی عزت و توقیر اس طرح کی جاتی ہے جس طرح ایک استاد یا بڑے بھائی کی۔ چنانچہ غالباً اس دستور کے مطابق مولانا علی میاں جو سید عبد القدوس ہاشمی سے ندوہ میں تعلیم کے دوران جونیئر تھے۔ خود ملنے تشریف لائے۔ ایک آدھ گھنٹہ یہ مجلس بپا رہی جس میں ندوہ کی قدیم باتیں، وہاں کے پرانے اساتذہ کی علمی بحثیں، اتنے لمبے عرصے کے مختلف ادوار۔ غرضیکہ ندوہ کی مناسبت سے بہت سے امور دونوں اساطین علم کے مابین زیر بحث رہے۔

۲۲ تاریخ صبح ۹ بجے دوسرا اجلاس شروع ہوا جس کی صدارت مفتی عتیق الرحمن فرما رہے تھے جب کہ علی میاں ان کے ساتھ معاون کی حیثیت سے تشریف فرما تھے۔ اس جلسے کو کنڈکٹ کرنے کے فرائض مرحوم سید سلیمان ندوی کے ہونہار فرزند اور اس دار المصنفین کے بے نظیر سپوت ڈاکٹر سید سلیمان ندوی فرما رہے تھے۔

اس نشست میں مندرجہ ذیل مقالات پڑھے گئے۔

۱۔ عبد العظیم الدیب المستشرقون والاسلام ۲۔ پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی۔ سر ہملٹن ایلگزینڈر اور اسلام

۳۔ پروفیسر مشیر الحق " کینٹ ویل سمتھ اور اسلام۔ ۴۔ سید اوصاف علی اسلام اور مستشرقین

ان مقالات کے عربی تراجم کبھی ڈاکٹر سلمان ندوی اور کبھی سید سلیمان حسنی کر رہے تھے۔ سب سے آخر میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے جو دوران جلسہ بھی کئی قیمتی باتوں سے مختلف تشریح طلب باتیں فرماتے رہے۔ انہوں نے ایک

[مو]قعہ پر کسی صاحب کی بات پر مستشرقین کی لایعنی تحقیقات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ تاریخی جملہ کہا کہ :-

"اب تک ہم اس امر سے واقف تھے کہ عقل مجرد کا وجود نہیں ہے - مگر اب علم ہوا ہے کہ علم مجرد اور تحقیق مجرد کا بھی کوئی وجود نہیں ہے - جب تک کہ اس کے پیچھے صادق جذبہ، گہرا ایمان اور ایک نہ ختم ہونے والی محبت کارفرما نہ ہو -

مفتی صاحب کے اختتامی کلمات کے بعد مولانا علی میاں نے خدا بخش لائبریری پٹنہ کے ڈائریکٹر عابد رضا علی بیدار [ص]اہب نے دوران اجلاس ایک تجویز پیش کی تھی کہ مستشرقین نے اسلام کے بارہ میں میڈیول اسلام، ارلی اسلام اربک [ا]سلام وغیرہ غلط اصطلاحیں گھڑی ہیں - ان کی تنفیذ کے بعد ایک درست اصطلاح محمدی اسلام کیوں نہ رائج کی جائے - [ا]س کا جواب دیتے ہوئے علی میاں نے فرمایا کہ اسلام کا اصلی نام جو قرآن کریم میں وارد ہوا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام و [م]ن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ - اس اصطلاح سے ادھر ادھر ہٹنا مناسب نہ ہوگا -

تھوڑے سے وقفے بلکہ وہیں چائے پینے کے بعد اس سے اگلا یعنی تیسرا سشن شروع ہوا - یہاں یہ قابل ذکر بات ہے [ک]ہ یہ اجلاس صرف پاکستانی مندوبین کے لئے مختص کیا گیا تھا - جس کی صدارت جناب سید حامد صاحب وائس چانسلر [ع]لی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے کی - ان کی معاونت جناب صباح الدین عبدالرحمٰن اور جناب علی میاں کر رہے تھے - اور اجلاس [ک]و کنڈکٹ کرنے کی ذمہ داری غالباً ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کے ذمہ تھی - اس اجلاس میں دو مقالات پیش کئے گئے [ج]ب کہ باقی تینوں حضرات نے تقاریر کیں - حصہ لینے والوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

۱- ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتہ - مستشرقین کے بارے میں تاثرات
۲- مولانا عبدالقدوس ہاشمی - مستشرقین کی کارگذاریوں پر ایک تقریر
۳- ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی - مستشرقین، استشراق اور اسلام پر مقالہ
۴- جناب سید صباح الدین کاکاخیل - موسیو لی بان کی غلطیاں (تقریر)
۵- جناب محمد طفیل صاحب - شاخت اور اصول فقہ (مقالہ)

اختتامی کلمات میں سید حامد صاحب نے ان تمام حضرات کی باتوں کا محاکمہ کیا اور یہ اجلاس جو ۱۱ بجے شروع ہوا تھا ایک بجے بعد دوپہر اختتام پذیر ہوا -

اسی روز شام کے سات بجے چوتھا اجلاس شروع ہوا - جس کی صدارت حکیم محمد سعید صاحب فرما رہے تھے اس اجلاس میں مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے خیالات کا اظہار کیا -

۱- تقی الدین ندوی السنۃ مع المستشرقین والمستغربین (عربی)
۲- ڈاکٹر ابو اللیث ندوی - نظیرۃ خاطفۃ علی موضوع الاسلام والمستشرقین (عربی)
۳- ڈاکٹر سید سلمان ندوی - اسلام اور مستشرقین (انگریزی)

اس اجلاس میں سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب نے دارالمصنفین کی کتب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ان کتابوں کا مختلف زبانوں میں اور خاص طور پر عربی زبان میں ترجمہ ہو جائے تو ان کا استفادہ عام ہو سکتا ہے ان کی اس تجویز کو سراہتے ہوئے رابطہ عالم اسلامی کے ڈائرکٹر جناب ڈاکٹر عبدالصبور المرزوق نے فرمایا کہ واقعی شبلی اکیڈمی کے ان جواہر پاروں سے استفادہ کرنے کے لئے اہل عرب بھی بے چین ہیں۔ اور ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہو مگر یہ ترجمہ ظاہر ہے اردو داں طبقہ ہی کر سکتا ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہو گا کہ دارالمصنفین ان کتب کے مناسب تراجم کرائے۔ اور ہمیں دے۔ ہم ان کی طباعت و اشاعت کے جملہ اخراجات برداشت کریں گے۔ آخر میں حکیم محمد سعید صاحب نے اپنے اختتامی کلمات میں یہ تجویز بھی پیش کی کہ اسلام اور مستشرقین پر یہ سیمینار ہر سال ہونا چاہئے۔ جس سے بعض حضرات نے اتفاق کیا اور بعض نے اسے دو سال بعد ہونے کا خیال ظاہر کیا۔

۲۳ر فروری کی صبح کو پانچواں اجلاس شروع ہوا۔ جس میں صدارت کر رہے تھے جب کہ علی میاں تو ہر اجلاس کی طرح ان کے ساتھ تھے۔ اس میں مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے مقالات پڑھے۔

۱۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی — مستشرقین کے تصور اسلام کا تاریخی پس منظر (اردو)
۲۔ سید اظہر حسین — قرآن اور مستشرقین (انگریزی)
۳۔ ظفر اسحاق انصاری — جوزف شاخت اور صحت حدیث (انگریزی)
۴۔ ڈاکٹر اکمل ایوبی — مغربی مستشرقین کے چند بنیادی مقاصد (اردو)
۵۔ مولانا ضیاالدین اصلاحی — کیا مدنی سورتوں میں حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت مکی سورتوں سے مختلف ہے؟ اسپرنگر کے اعتراضات کا جواب (عربی)

مندرجہ بالا مختلف اجلاس میں پیش کئے گئے مقالات کے علاوہ حسب ذیل مقالات بھی اس سیمینار میں لکھے گئے یا پیش کئے گئے۔

۱۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار — استشراق اور اسلام۔ کل اور آج (اردو)
۲۔ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی — ہذا ہو الاستشراق فماعدنا نحوہ (عربی)
۳۔ مولانا قاضی زین العابدین — مستشرقین کا اثر ہماری یونیورسٹیوں پر (اردو)
۴۔ ڈاکٹر عماد الحسن فاروقی — مغرب کا تصور اسلام اور اس کے سیاسی پہلو (اردو)
۵۔ قاضی عبدالحمید۔ اسلام اور مستشرقین (انگریزی) ۶۔ جناب عبداللہ سرفراز عالم — اسلام اور مستشرقین (انگریزی)
۷۔ الدکتور عماد الدین خلیل — المستشرقون والسیرۃ النبویہ (عربی) ۸۔ الاستاذ انور الجندی — المستشرقون والاسلام (عربی)
۹۔ الاستاذ انور الجندی " والقرآن (") ۱۰۔ " " " والسنۃ (")

۱۱- الاستاذ انور الجندی المستشرقون والسیرۃ النبویہ (عربی)

۱۱- " " المستشرقون والتاریخ (عربی)

• مقالات کے آخری اجلاس کے بعد دوپہر بارہ بجے زیر صدارت علامہ یوسف القرضاوی و معاونت مولانا ابو الحسن علی ندوی و صباح الدین عبدالرحمٰن اور حکیم محمد سعید اختتامی اجلاس منعقد ہوا۔ جس کو جناب محمد رابع حسنی ندوی کنڈکٹ کر رہے تھے۔ تلاوت کلام مجید کے بعد جناب رابع ندوی قرار دادیں جو مختلف حضرات سے وصول ہو چکی تھیں پڑھ کر سنانے اور مندوبین حضرات ان کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔

اس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں منظور ہوئیں۔

• اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر جو لٹریچر موجود ہے اور آئندہ بھی جو لٹریچر سامنے آئے اس کا علمی سطح پر مطالعہ و تجزیہ کیا جاتے اور علمی و معیاری بنیاد پر مستشرقین کی غلطیوں کو موشگاف کرنے اور ان غلطیوں کی تصحیح کے لئے ایک وسیع تصنیفی و تالیفی پروگرام مرتب کیا جاتے۔

۱- اسلام، تاریخ اسلام، سیرت نبویؐ، تاریخ اسلام کی اہم شخصیتوں ان کے فکری، علمی و ادبی کارناموں سے متعلق اسکول کی سطح سے لے کر یونیورسٹیوں کی سطح تک کے طلبہ کے لئے جدید مذاق کے مطابق ایسی کتابیں تیار کی جائیں جو ان کے تعلیمی نصاب کا حصہ بن سکیں۔ اور جن سے تعلیم و تدریس کی ہر سطح پر بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں کی تربیت کا کام لیا جا سکے۔

۱- اسلامی موضوعات پر حوالہ جات کی معیاری کتابیں تیار کی جائیں۔

۱- اسلام سے متعلق علم و تحقیق کے جو ادارے پہلے سے موجود ہیں ان کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کے یہاں جو کام ہو رہا ہے اسے موجودہ علمی و تحقیقی معیار کے مطابق بہتر اور مفید تر بنانے کی کوشش کی جائے۔

۴- تصنیف و تالیف کے اس تمام کام کا علمی معیار اور تعلیمی مرتبہ دنیا کے موجودہ معیار تحقیق اور جدید اصول تعلیم کے مطابق ہو تاکہ ان کتابوں کا مطالعہ مسلم اور غیر مسلم سبھی لوگ دلچسپی سے کریں۔ اور اسلام اور اسلام سے متعلق دیگر موضوعات پر صحیح معلومات حاصل کر سکیں۔ اور مستشرقین کی کتابوں سے مستغنی ہو سکیں۔

• دار المصنفین نے اسلامی موضوعات پر جو گراں قدر مطبوعات پیش کی ہیں انہیں عربی زبان اور آج کی زندہ یورپین زبانوں خصوصاً انگریزی میں منتقل کیا جائے۔ تاکہ ان سے بڑے پیمانہ پر استفادہ کیا جا سکے۔ اور اس طرح ہم اس مذاکرہ کے مقاصد کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

• اسلامی مذاکرہ علمی کے شرکاء مستشرقین کی ان علمی کاوشوں کو قابل قدر سمجھتے ہیں جو انہوں نے اسلامی سرمایہ کی حفاظت اور بعض لغات اور مفید کتابوں کی نشر و اشاعت میں خالص علمی انداز سے کی ہیں جس سے ان سے استفادہ آسان ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ہم "المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث، مفتاح کنوز السنہ اور تاریخ ادب کی بعض کتابوں کا نام خصوصیت سے

نے سفارش کی۔

اسی طرح ہم بعض انصاف پسند اور غیر متعصب مستشرقین کے مطالعہ اسلام اور تہذیب اسلام کو قابل قدر سمجھتے ہیں اور اکثر مستشرقین کی اسلامی علوم و فنون کے متعلق غلط فہمی اور مذہبی و سیاسی عصبیت پر رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں انہوں نے اسلامی عقیدہ و تعلیمات، قرآن و سنت، سیرت، تاریخ اور تہذیب و تمدن کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے جس کے بہت سے عوامل ہیں، نفسیاتی، تاریخی اور سیاسی بھی۔

۸۔ اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر مجلس مذاکرہ کا یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ اس موضوع پر دو دو سال کے وقفے سے یہ مجلس مذاکرہ منعقد کی جاتی رہے۔ اس سلسلہ میں یہ جلسہ ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاوی کی اس پیش کش کو کہ دو سال بعد یہ مجلس مذاکرہ قطر میں منعقد کی جائے، شکریے اور تحسین کے جذبے کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ یہ جلسہ جناب حکیم محمد سعید صاحب کا بھی شکر گذار ہے کہ وہ یہ مجلس مذاکرہ پاکستان میں منعقد کرائیں گے۔

یہ جلسہ یہ بھی طے کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں مزید پیش رفت کے لئے دار المصنفین اعظم گڑھ میں ایک دفتر رابطہ قائم کیا جائے، یہ دفتر سیمینار کے فیصلوں کے مطابق عمل درآمد کرے اور اہم امور میں حسب ذیل فضلاء سے رابطہ قائم رکھے۔

۱۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ صدر مذاکرہ علمی
۲۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ ناظم مذاکرہ علمی
۳۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۴۔ پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
۵۔ ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاوی۔ قطر
۶۔ ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق۔ سعودی عرب
۷۔ ڈاکٹر محمد فتحی عثمان۔ لندن
۸۔ ڈاکٹر عبدالسلام الہراس۔ مراکش
۹۔ ڈاکٹر عبداللہ نصیف۔ سعودی عرب
۱۰۔ ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی۔ سعودی عرب
۱۱۔ ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان۔ ″
۱۲۔ ڈاکٹر عبداللہ بن عبداللہ زاید
۱۳۔ ڈاکٹر ظفر احسان الانصاری ″
۱۴۔ پروفیسر سید حسین نصر۔ ایران
۱۵۔ ڈاکٹر سید سلمان ندوی۔ جنوبی افریقہ
۱۶۔ ڈاکٹر محمد کمال حسن۔ ملیشیا
۱۷۔ پروفیسر خورشید احمد۔ پاکستان
۱۸۔ جناب حکیم محمد سعید صاحب۔ پاکستان
۱۹۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ″

سید صباح الدین عبدالرحمٰن اس کمیٹی کے سیکریٹری ہوں گے۔ انہیں یہ اختیار ہوگا کہ وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مشورہ سے دفتر رابطہ ضروریات اور مناسب اسٹاف مقرر کریں۔

ان قراردادوں کے بعد ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے دار المصنفین کی خدمات کے اعتراف کے طور پر تین ہزار ڈالر دار المصنفین کی خدمت میں پیش کئے۔ اور کارپردازان شبلی اکیڈمی کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔ آخر میں صباح الدین عبدالرحمٰن

صاحب نے تمام مندوبین، حاضرین مجلس اور اعظم گڑھ کے عوام کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس سیمینار کو کامیاب بنانے میں پوری طرح انہماک سے کام کیا۔ سب سے آخر میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی پُر درد اور اللہ کے حضور لجاجت سے پُر دعا پر یہ سیمینار بخیر و خوبی اور اپنے مقاصد میں کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

مدرسۃ الاصلاح میں

سرائے میر کا معروف و مشہور مدرسۃ الاصلاح جس کے فارغان اصلاحی برادری کی نفری دن بدن بڑھ رہی ہے اس مدرسے کو دیکھنے کی تمنا کون سا طالب علم ہے جسے نہ ہو۔ ہمارے وفد کے سبھی ارکان اسلام آباد ہی سے ارادہ کر کے چلے تھے کہ سرائے میر میں مدرسۃ الاصلاح ضرور دیکھنا ہے۔ اسی طرح دوسری طرف یعنی مدرسہ کے بانی مولانا عبدالحمید فراہی کے پوتے جناب ابوالحسن علی صاحب جو اس پُر آشوب دور میں مدرسے کو حسن و خوبی چلا رہے ہیں بنفس نفیس ہمیں لینے کے لیے ۲۲ تاریخ کو اعظم گڑھ آموجود ہوئے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہمارے سارے ارکان اور مدرسہ کے کچھ لوگ دو گاڑیوں میں سرائے میر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرف جاتے ہوئے چونکہ راستہ میں مولانا فراہی کا گاؤں پھریہا بھی پڑتا تھا اس لیے ہر ایک کی خواہش ہوئی کہ جس خاک سے فراہی جیسا مفسر قرآن اور جید عالم پیدا ہوا ہے اسے بھی ایک نظر دیکھا جائے۔ چنانچہ کوئی ایک گھنٹہ بعد ہم ایک گاؤں سے باہر الگ تھلگ کھیتوں کی ایک قطار کے سامنے کھڑے تھے۔ اور ہمارے عین سامنے اس ٹوٹے ہوئے مکان کے کھنڈرات تھے۔ جو مولانا فراہی کے کتاب و قلم سے آشنا ہاتھوں نے خود علما کے لئے ایک مہمان خانہ کے طور پر بنایا تھا۔ اب اس مکان کی چھت غائب، دیواروں پر گھاس اگی ہوئی اور وہ کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ارکان وفد حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے کہ شہر سے بہت دور اس اجاڑ جگہ پر فراہی صاحب بیٹھے تصنیف و تالیف کا کام کیسے کرتے رہے۔ وہاں سے آگے چلے تو راستے میں شریک وفد ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کا اپنا گھر سنجر پور میں آتا تھا۔ جہاں ان کے والد بزرگوار ہمارے لیے چشم براہ تھے۔ چنانچہ کوئی آدھ گھنٹہ بعد ہم سنجر پور میں تھے۔ جہاں اصلاحی صاحب کے اہل خانہ نے ہماری گنے کے تازہ رس، رساول اور رامرتی سے تواضع کی۔ یہ چیزیں وہاں کی مقامی طور پر مہمان نوازی کا حصہ شمار ہوتی ہیں۔ یہاں پر ایک لاٹھی ٹیکتے ہوئے صاحب نے بھی ہمارا استقبال کیا۔ ان بزرگ سے تعارف کا شرف حاصل ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ صاحب ایک ندوی عالم ہیں اور سید سلیمان ندوی والے بیچ سے کوئی بارہ سال قبل والے بیچ سے فارغ ہیں۔ ان کی عمر کوئی ۸۰ - ۹۰ کے لگ بھگ ہو گی۔ افسوس ان سے مزید گفتگو کا موقعہ نہ مل سکا۔

نماز عصر سنجر پور کی مسجد میں ادا کی۔ اور سرائے میر کے لیے چل پڑے۔ مغرب سے کچھ قبل ہم مدرسۃ الاصلاح میں تھے۔ مدرسۃ الاصلاح کا مختصر تعارف یہاں بے جا نہ ہو گا۔ ۱۳۲۶ھ میں اسی دیار کے ایک بزرگ مولانا محمد شفیع مرحوم کی مخلصانہ تحریک پر سرائے میر کے قریب ایک میدان میں اس مدرسے کی بنیاد رکھی گئی۔ مولانا شبلی نعمانی نے اس مدرسے کے اغراض و مقاصد اور طریق کار کا ایک خاکہ تیار کیا۔ اور مولانا حمید الدین فراہی کو اس مدرسے کی نظامت کے لیے حیدرآباد دکن سے بلوایا۔ اس کے بعد مولانا فراہی زندگی کے آخری لمحات تک اس مدرسے سے منسلک رہے۔ اس مدرسہ کے اغراض و مقاصد، نصاب

تعلیم، نظام کار غرضیکہ ابتدائی سبھی امور مولانا فراہی نے مکمل کئے۔ اس وقت سے آج تک یہ مدرسہ اس علاقے میں
مسلمانوں کی مذہبی و دینی تعلیم کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہے۔ اور غیر مساعدت کے گھمبیر بادلوں میں علم نبوت کی قندیل لئے ہوئے
آگے بڑھ رہا ہے۔ اس وقت اس مدرسہ کے ناظم اعلیٰ جناب ابوالحسن علی ہیں۔ جو مولانا فراہی کے پوتے ہیں۔
ہماری آمد پہ پورے مدرسے نے انتہائی جوش و خروش کے ساتھ روایتی انداز میں استقبال کیا۔ دفتر اور دارالمعاونت
دکھایا گیا۔ بعدازاں مدرسہ کے مختلف شعبوں کی سیر کرائی گئی۔ آخر میں اس مختصر سے کتب خانے میں لے جایا گیا جو تالیفات کے
دوران مولانا فراہی کا مرجع رہا تھا۔ اس کے اندر ایک الماری بھی رکھی ہے جس میں مولانا فراہی کے زیر مطالعہ کتب کو ایک جگہ
جمع کر دیا گیا۔ اور جن کے حواشی پر مولانا فراہی کے اپنے ہاتھوں سے تشریحی و توضیحی نوٹس پنسل سے تحریر تھے۔ مغرب کی نماز
سے فراغت کے بعد کھپریل کے اس کمرے میں ایک مختصر سا اجتماع ہوا جس میں مولانا فراہی صاحب ایک چٹائی پر بیٹھ کر طلباء
کو درس دیتے اور مطالعہ و تصنیف کا کام بھی کرتے تھے۔ اس اجتماع میں مدرسہ کے طلباء نے اپنا ترانہ اس کے بعد ایک
طالب علم نے عربی زبان میں مختصر طور پر ترحیبی کلمات کہے۔ یہ امر آپ کے لئے خوش کن ہوگا کہ عرب ممالک سے کوسوں دور عربی زبان
کے لئے انتہائی غیر ملائم مقام پر ننھے ننھے طلبا مقدور بھر اس قرآن کی زبان کو نہ صرف حاصل کرتے ہیں بلکہ اس میں اظہار خیال بھی کیا کرتے
ہیں۔ چنانچہ ان کے منہ سے عربی زبان میں ادا کئے گئے یہ کلمات ہمارے لئے خوشی و شادمانی اور پیغام مسرت سے کم نہیں تھے۔
ان کلمات کے جواب میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی نے طلبا کی کوششوں کو سراہتے ہوئے انتہائی پر درد اور گلوگیر لہجے میں طلباء کو نصیحتیں
فرمائیں۔ تقریباً سبھی حاضرین مجلس اشک بار تھے۔ بلکہ بعض حضرات تو فرط گریہ سے اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ اور ان کی
ہچکیاں بندھ گئیں۔

مولانا کی تقریر کا وہ حصہ یقیناً دلوں سے کبھی محو نہیں ہو سکتا جس سے انہوں نے فرمایا تھا کہ :۔
نبوت و رسالت کی ٹرانسمشن لائن سے نکلنے والی تعلیمات نیز دینی و اصلاحی باتیں پہنچانے کے لئے یہ اساتذہ
ایک ریڈیو سیٹ ہیں جو صدیوں سے وہ ابدی پیغام من وعن اب تک پہنچانے میں کوشاں ہیں۔ ان کی باتیں توجہ، انہماک
اور غور سے سنو۔ ان کو دل میں جگہ دو۔ تاکہ تم بھی ایک وقت اس سلسلہ نبوت کی ٹرانسمشن لائن میں وہی مقام پا جاؤ جو
ان اساتذہ کا ہے۔ اور پھر یہ نبوت کا بلغوا عنی ولو آیہ، والا پیغام قیامت تک جاری و ساری رہے۔
وقت بہت ہو رہا تھا۔ رخصت ہوتے رات ڈھل چکی تھی۔ طلبا کا رخصت کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ بڑھ بڑھ کر اور بار
بار مصافحہ کرتے اور ہاتھوں کو چھوڑنے کا منظر دیدنی تھا۔ طلبا تھے کہ آگے آگے بڑھ کر ہاتھوں کو ہاتھوں میں لیتے اور بحسرت پیچھے
ہٹتے۔ اور دوسروں کو موقع دیتے۔ اسی طرح بہت سا وقت صرف ہو گیا۔ مدرسہ الاصلاح کی طرف سے اراکین وفد کو فرداً
فرداً مکتبہ الاصلاح کی مطبوعات کا ایک ایک سیٹ ہدیہ پیش کیا گیا۔ ان ہدایا میں مولانا کوثر اصلاحی صاحب کا مدرسہ کو
پیش کیا گیا ایک سپاسنامہ بھی تھا جس کے مندرجہ ذیل اشعار دعوت فکر و نظر دے رہے ہیں۔

یہ مدرسہ تعلیم خودی، مکتب یہ خود آگاہی کا — ہر خاک نشیں ہوتا ہے، سلیمان شاہی کا

اسرار شریعت کھلتے ہیں، ادراک معارف ہوتا ہے — آسودہ دانش و دیں ہم اس بزم کا عارف ہوتا ہے

تہذیب علوم انسانی، مقصود یہاں تعلیم کا ہے — تجدید علوم ربانی، مقصود یہاں تعلیم کا ہے

واپسی اس راستے سے ہوئی اور ۲۲ کی رات والے سیشن میں بمشکل شمولیت ہو سکی۔ ہم تب پہنچے جب سید صباح الدین صاحب کی اس تجویز پر کہ دارالمصنفین کی کتب کا عربی ترجمہ ہونا چاہیئے۔ ڈاکٹر عبدالصبور المرزوق ڈائرکٹر جنرل رابطہ عالم اسلامی اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔

آخر میں حکیم محمد سعید صاحب نے اختتامی کلمات میں بعض مقررین کی باتوں کا محاکمہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگرچہ اس قسم کا سیمینار منعقد کرنے کا کام کسی اسلامی ملک کو کرنا چاہیئے تھا تاہم ہندوستان کے مسلمانوں نے یہ فریضہ سرانجام دے کر اس اہم ضرورت کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ بلکہ پہل کا شرف بھی حاصل کر لیا ہے۔ پھر یہ تجویز پیش کی کہ اسلام اور مستشرقین کے بارے میں یہ سیمینار ہر سال کسی اسلامی ملک میں منعقد ہونا چاہیئے۔

جناب حکیم سعید صاحب کی اس اہم اور بے حد ضروری تجویز پر کئی علماء نے تائید کی۔ آخر کار جامع قطر کے معروف عالم سید یوسف القرضاوی نے سب حضرات کی بات کو اہمیت دیتے ہوئے اس امر سے اتفاق کیا کہ اس سیمینار کا انعقاد تو ضروری ہے مگر ہر سال اس طرح کی کانفرنس منعقد کرنا عملی طور پر مشکل ہے۔ اس لئے اسے ہر دو سال بعد منعقد کیا جائے اور دوسرے سال کے آخر میں اس کے انعقاد کا شرف قطر حاصل کرے گا۔

ارضِ مئو | ۲۳ فروری کو اعظم گڑھ میں اردو کی مخالفت میں جسے اس صوبہ میں سرکاری زبان کا ثانوی درجہ دینے کی تحریک چل رہی ہے۔ پہیہ جام عام ہڑتال تھی۔ یہ صورت سیمینار کے مندوبین کے لئے کافی حد تک تشویشناک تھی۔ کیونکہ اس روز اختتامی اجلاس کے بعد شرکاء سیمینار لوگوں نے واپس لوٹنا تھا۔ صبح سویرے جب حالات کا جائزہ لیا گیا تو صورت کافی شدید سنائی دی۔ تاہم چونکہ آج آخری دن تھا اس لئے صبح کے اجلاس کے بعد اختتامی اجلاس کی تیاریاں بھی ساتھ ہی ہو رہی تھیں۔ اس تاریخی اجلاس کے موقعہ کو گنوانے کے لئے ذہن تیار تو نہ تھا مگر مئو ناتھ بھنجن کے مقامی حضرات اور وہاں کے جامعہ اثریہ دارالحدیث کے کارپردازان کے زبردست اصرار پر مولانا ہاشمی اور ان کے ساتھ مجھ ناچیز کو یہ حضرات مئو لے جانے کے لئے کامیاب ہو گئے۔

اگرچہ پہیہ جام ہڑتال تھی مگر ہم اپنی گاڑی لے کر علی رغم انفسہم بھرے بازار سے گذر کر مئو کی طرف روانہ ہوتے یہ عجیب بات ہے کہ اس ضلع میں مئو ایک ایسا مقام ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد ۹۰ فیصد کے لگ بھگ ہے۔ یہاں پر مسلمانوں کے کئی مدارس ہیں، انہی میں سے ایک جامعہ اثریہ دارالحدیث ہے جس کی بنیاد ۱۹۵۷ء میں محدث کبیر محمد عبداللہ الشائق نے علماء کے ایک گروہ کے تعاون سے رکھی۔ اس جامعہ کے مقاصد میں کتاب و سنّت کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے

ساتھ ساتھ خاص دینی ماحول، بدعات وخرافات کے خلاف ذہنی تیاری، اسلامی ثقافت، وتمدن کی تعلیم اور صالح نوجوان پیدا کئے جاتے ہیں۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد دارالحدیث پہنچے۔ تو وہاں طلبہ اور اساتذہ کو چشم براہ پایا۔ مدرسہ میں ایک استقبال اور پھر ایک جلسہ کے لئے باقاعدہ انہوں نے لاؤڈ سپیکر وغیرہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ جلسے کی کارروائی کا آغاز تلاوت سے ہوا۔ پھر مہمانوں کا خیر مقدم ایک نظم کی صورت میں کیا گیا جس کے چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

آج کیوں دل کو ہمارے شادمانی ہے عظیم
ایک پیغام مسرت لے کے آئی ہے نسیم
جن کی خاطر تھے دیدہ و دل فرش راہ
جامعہ اثریہ کے مہماں بن کر ہیں مقیم

ان مسلمانوں میں سرکردہ اور ارض متو کے علمی خزائن کے قدیم خوشہ چین مولانا عبدالقدوس ہاشمی صاحب کو مخاطب کر یوں گویا ہوئے

آپ کی ذات گرامی مخزن انوار ہے
آپ ہیں دریائے علم وفضل کے در یتیم
مرد عاقل را بیاں مختصر کافی تراست
در جہاں مانند تو ہرگز ندیدہ شد فہیم

مولانا ہاشمی کو اس خاک سے خاص محبت اور وابستگی رہی ہے چنانچہ ان کا خطاب اگرچہ مختصر اور بچوں کے لئے تھا تاہم اس میں چھوٹوں کے لئے پند و نصائح کے ساتھ ساتھ بڑوں کی رہنمائی کے لئے کلمات بھی کہے گئے۔ اور حاضرین نے بڑی دلچسپی سے سنے۔

وقت کی قلت کے سبب زیادہ دیر قیام نہ کر سکے۔ پھر واپسی پر ہاشمی صاحب نے پچاس سال قبل کے کچھ لوگوں کو یاد فرمایا۔ ان سے خود جا کر ملے بلکہ راستے میں اس گھر بھی گئے جہاں آپ نے بچپن میں تعلیم کے دوران چند سال قیام کیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس بہن سے بھی ملاقات ہو گئی جو لڑکپن میں ہاشمی صاحب کی تواضع کیا کرتی تھی۔

مئو پورے ضلع میں کھدی کی بنائی میں عمدگی کے طور پر مشہور رہے مئو کے لوگوں نے اپنی محبت اور دلنوازی کے ثبوت کے طور پر اپنا ایک عمدہ تحفہ سلکی رومال کی صورت میں اراکین وفد کو دیا۔ جو ان کی یاد کبھی بھی دلوں سے محو نہ ہونے دے گا اس جلدی میں مولانا حبیب الرحمان اعظمی محقق مصنف عبدالرزاق سے ملاقات نہ ہو سکی جو اس روز مئو میں ہی تشریف فرما تھے اس امر کا قلق ہی رہے گا۔

واپس اعظم گڑھ کوئی دو بجے کے قریب پہنچے تو اختتامی اجلاس آخری مراحل میں تھا۔ دوپہر کا کھانا کھایا اور علی میاں سے لکھنؤ کے لئے روانگی کی ہدایات لیں۔ یہ خیال رہے کہ اراکین وفد کو لکھنؤ جانے کی دعوت اسلام آباد ہی میں مل گئی تھی چنانچہ ندوۃ العلماء کی طرف سے ایک بس میں ارکان وفد اور طلبہ و اساتذہ ندوہ ۲۳ کی شام کو لکھنؤ کی طرف روانہ ہوئے۔ جناب مولانا سعید الرحمن اعظمی اور جناب سلمان حسن ندوی کی سرکردگی میں یہ قافلہ تقریباً پوری رات رواں دواں رہا۔ چنانچہ صبح چار بجے ہم ندوہ پہنچے۔

ندوۃ العلماء میں ۱۸۹۸ء میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں ملک کے ممتاز علماء و مشائخ کے طویل مشوروں اور ملاقاتوں کے بعد ندوۃ العلماء کے دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی۔ اس دارالعلوم میں مسلمانوں کے قدیم تعلیمی نصاب کی خامیوں سے گریز اور جدید تعلیمی ضرورتوں کے پیش نظر ایک متوازن نصاب تعلیم کی تشکیل اور بڑی حد تک اس کا نفاذ عمل میں آیا جس میں ایک طرف تو علوم دینیہ میں پختگی اور دوسری طرف عربی زبان و ادب میں مہارت تیسری طرف علوم جدیدہ سے حسبِ ضرورت واقفیت کو بنیادی اہمیت دی گئی۔ اس کی تعمیر و ترقی میں ملت کے ممتاز اہل قلم و ارباب فکر اور مخلص حضرات نے حصہ لیا۔

علامہ شبلی نعمانی کی مساعی جمیلہ سے دارالعلوم میں خصوصی طور پر علمی و تحقیقی ذوق پیدا ہوا۔ ان کے بعد علامہ سید سلیمان ندوی نے جو ایک طرف علامہ شبلی کے نامور شاگرد اور دوسری طرف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز تھے۔ اس ادارہ کی علمی سرپرستی فرمائی۔

اب تقریباً ایک صدی ہو رہی ہے کہ یہ دارالعلوم دینی و علمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ملک کی علمی و عملی زندگی کے اکثر شعبوں میں اس وقت ندوۃ العلماء کے فضلاء اپنے دینی و علمی امتیاز کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔

اس مادرِ علمی میں پہنچنے کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ جیسے ہم کسی عربی ملک کی بڑی جامعہ میں پہنچ گئے ہیں اور ارد گرد کے بیشتر طلباء عربی میں محو گفتگو پائے۔ چاق و چوبند علم و فن میں منہمک اور چار دانگ عالم سے بیگانہ یہ سرفروشان علم کے شہر میں پہنچ کر جو شادمانی و مسرت ہمیں ہوئی اس کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

صبح سویرے مولانا علی میاں کے ہاں روایتی اور پرتکلف لکھنوی انداز پر چنے گئے ناشتے سے فراغت کے بعد علی میاں نے ارکان وفد کو دارالعلوم کا ایک سرسری تعارف کرایا۔ پھر الگ الگ شعبوں کی کارکردگی سے آگاہ کرنے کی خاطر ارکان کو ساتھ لیتے مختلف شعبے دکھاتے رہے۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کا شعبہ خاص طور پر توجہ کا مرکز بنا۔ مولانا نے اس مجلس کی سرگرمیوں پر پوری طرح روشنی ڈالی۔ یہ مجلس ندوہ کے تحت ادارہ نہیں بلکہ ندوہ العلماء کے ناظم اور متعدد فضلاء اس کے موسس اور روح رواں ہیں۔ اس مجلس کا قیام اہم ترین دعوتی و اصلاحی مقاصد کے عمل میں آیا تھا۔ اس مجلس کے ارکان نے بیش قیمت کتب تصنیف کیں۔ ان کی مطبوعات کو ملک و بیرون ملک قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ مجلس نے بیک وقت اردو، عربی، انگریزی اور ہندی زبانوں میں بہت سی تالیفات شائع کی ہیں۔ اب ان زبانوں میں بنگلہ کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔

مجلس کی عمارت سے نکل کر اس نئی عمارت میں داخل ہوئے جس کی تکمیل غالباً اس سال ہو جائے گی۔ یہ عمارت ندوہ کے کتب خانہ کے لئے خاص طور پر بنائی گئی ہے۔ یہ خیال رہے کہ اس وقت ندوہ کا کتب خانہ عباسی ہال میں ہے جہاں جگہ کی قلت کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ سب سے آخر میں مولانا ہمیں دارالعلوم کی قدیم ترین عمارت عباسیہ

ہال میں سے گئے۔ اس ہال کا تاریخی بلکہ تاریخ ساز رومی دروازہ سے ہم داخل ہوئے۔ اس دروازے نے بڑے بڑے جید علماء، متبحر فضلاء، علم و ادب کے ماہرین اور سرکردہ شخصیات کو دیکھا ہے۔ اس کی ایک ایک محراب اس امر کی گواہی دے رہی ہے کہ یہاں کتنے ہی فضلاء آئے اور اس مادر علمی سے سرفراز ہوئے۔

ہال میں داخل ہوتے ہی ایک عجیب منظر نظر آیا۔ داخلے کے ساتھ ہی دائیں جانب، بڑے بڑے پوسٹروں پر پاک و ہند کی سرزمین سے اٹھنے والے علماء، ان کی خدمات اور تالیفات سے بیحد مختصر مگر جامع اور دلنشیں انداز سے بزبان عربی تعارف کرایا گیا ہے۔ ہر ایک پوسٹر کے سامنے علی میاں ٹھہرتے اور ان میں ندوہ کی خدمات، پاک و ہند کے علماء کی کارگذاریاں اور مساعی کو بیان کرتے آخر تک چلے گئے۔ یہ کوئی پچاس کے قریب پوسٹر ہوں گے جن پر اس پورے خطے کی علمی، ثقافتی اور دینی خدمات کو کوزے میں بند کرکے صرف ایک ہی نظر میں پیش کر دیا گیا ہے۔ انداز اس قدر دل نشیں ہے کہ ہر ایک بات دل میں اتر جاتی ہے۔ اس روکی الٹی جانب انہی پوسٹروں کو اردو زبان میں اور ساتھ ہی ندوہ کی خدمات پیش کی گئی ہیں۔ جو ہر آنے والے کو ایک ہی نظر میں بیک لمحہ ندوہ کی پوری تاریخ و خدمات سے آگاہ کر دیتے ہیں انہی پوسٹروں میں ایک پوسٹر ندوہ کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کا پرشکوہ اور وقیع تبصرہ بعنوان "ندویت کوئی مادی ڈپلوما یا کاغذی سند نہیں" پڑھنے پر میں نے حضرت مولانا علی میاں سے عرض کیا کہ اس قدر جامع بات شاید ہی کسی نے ندوہ کے بارے میں کہی ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ اس عبارت کے پیش نظر آپ سب حضرات ندوی ہیں۔ اور ندوہ کا مشن ہی چلا رہے ہیں۔

اس راؤنڈ کے آخر میں عباسی ہال میں بلند چبوترے پر بچھے ہوئے صوفوں پر بیٹھتے ہوئے خاص طور پر ہمیں بلا کر فرمایا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر ۱۹۱۲ء میں عالم عربی کے جید عالم علامہ رشید رضا نے فصیح و بلیغ عربی خطبہ شروع کیا تو علامہ شبلی نعمانی نے فرمایا کہ ہے کوئی شخص جو اس خطبے کا ترجمہ بھی کر سکتا ہے۔ چنانچہ مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ پھر دیکھا کہ ایک کونے سے ایک نوخیز طالب علم نما نوجوان اٹھا۔ اور اس نے اس ترجمے کی اجازت چاہی۔ پھر پورے مجمع نے دیکھا کہ اس ۲۲ سالہ لڑکے نے اس فصیح و بلیغ خطبے کا اردو ترجمہ اس مہارت اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ کیا کہ ترجمہ ترجمہ نہ رہا بلکہ اصل اردو زبان میں خطبہ بن گیا۔ حاضرین نے محسوس کیا کہ واقعی ترجمے کا حق ادا ہو گیا ہے۔ آپ جانتے ہیں وہ نوجوان کون تھا؟ وہ تھے ابوالکلام آزاد جن کی زبان دانی کا لوہا ہر کس و ناکس مانتے ہیں۔

اس کے بعد دوپہر کو ندوہ کی جمعیۃ الاصلاح کے زیر اہتمام عرب مہمانان ڈاکٹر عبدالصبور المرزوق اور سید محمد محمود الطنطاوی کی پذیرائی و ترحیب کے لئے جمعیت کے خاص ہال میں ایک اجلاس ہوا۔ پورے اجلاس کی کارروائی نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں سننے میں آئی۔

شام چار بجے کے قریب، ندوہ کے مہمان خانے میں ہند کے علمی افق پر گذشتہ پونی صدی سے چھائی ہوئی شخصیت

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ غالباً اس روز مولانا عبدالماجد دریابادی کے انتقال کے بعد سے صدق جدید کے ایڈیٹر حکیم عبدالقوی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس روز شام کو جمعیۃ الاصلاح کے ہال میں جمعیت کی طرف سے صرف پاکستانی وفد کے اعزاز میں ایک جلسہ ہوا جس میں تلاوت قرآن کے بعد ندوہ کا ترانہ اپنی خاص دھن میں سنایا گیا۔ ذیل میں ہم اس کے چند بند درج کر رہے ہیں۔ جن سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس ترانے کا ہر لفظ اپنے اندر ندوہ کے مقاصد اور امنگیں سمویا ہوا ہے۔

ہم نازشِ ملک و ملت ہیں ہم سے ہے درخشاں صبح وطن
ہم تابشِ دیں، ہم نورِ یقیں، ہم حسنِ عمل، ہم خلقِ حسن

وہ شمع یہاں پہ جلتی ہے جس شمع سے دنیا روشن ہے
وہ پھول یہاں پہ کھلتا ہے جس پھول سے گلشن گلشن ہے
یہ اہلِ وفا کا مرکز ہے، یہ اہلِ صفا کا مخزن ہے
شہبانہ یہاں پر پلتے ہیں یہ لعل و گہر کا معدن ہے

ہم نازشِ ملک و ملت ہیں ہم سے ہے درخشاں صبح وطن
ہم تابشِ دیں، ہم نورِ یقیں، ہم حسنِ عمل، ہم خلقِ حسن

جو ساز یہاں پر چھڑتا ہے کہتے ہیں حرم کا ساز ہے وہ
سینوں میں ہے جو بھی راز یہاں، دراصل حجازی راز ہے وہ
جو گونجتی ہے آواز یہاں، جادو سے بھری آواز ہے وہ
جو دل نہ کھنچے اس کی جانب، بے سوز ہے وہ بے ساز ہے وہ

اگلے روز یعنی ۲۵ رفروری کو پہلا وقت کو شہر کے قابل دید مقامات دیکھنے کے لئے نکالا۔ اس مقصد کے لئے ہم نکلے تو تھے مگر کوئی خاص سیر نہ ہو سکی۔ اس گھومنے پھرنے میں اتنا وقت صرف ہو گیا کہ میں نے جو صغانی لاہوری کی لغت نویسی پہ ادب عرب کی اونچی کلاس کے سامنے ایک لیکچر دینا تھا وہ بھی رہ گیا۔ واپس پہنچے تو اسٹیشن جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ کھانا کھا کر جلدی سے اسٹیشن روانہ ہوئے جہاں سے ہم نے امرتسر جانا تھا۔ یہ اس موقع پر بہت بڑی بھول ہوگی۔ اگر میں اس امر کا تذکرہ نہ کر سکا کہ بھارت کے مسلمانوں کا خلوص، محبت اور دوسرے مسلمانوں سے شیفتگی دیدنی ہوئی ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ہماری روانگی کے وقت ندوہ کے لوگ کس انداز محبت سے ہمیں الوداع کر رہے تھے۔ اس الفت کا تو کوئی جواب نہیں کہ ایک بڑی ٹوکری میں حضرت مولانا علی میاں نے زادِ راہ کے طور پر بہت سا کھانا اور پھل رکھوا دئے جیسے ایک ماں اپنے بچے کو سفر پر روانہ کرتے ہوئے

اللہ کی امان میں دینے کے ساتھ ساتھ اس کی دیگر ضروریات کے پیش نظر کھانا بھی ساتھ دیتی ہے۔ شفقت پدری اور محبت مادری کا یہ نمونہ ہم نے دو جگہ روانگی کے وقت دیکھا ہے۔ یعنی پہلے جب ہم شبلی اکیڈیمی سے لکھنؤ کے لئے چلے تھے۔ تب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب نے اسی خلوص و محبت کا اظہار کیا تھا اور اب لکھنؤ سے امرتسر آتے ہوئے مولانا علی میاں نے محبت کا تحفہ ساتھ کر دیا۔ حقیقت میں یہ دونوں تحفے ہمیں راہ میں بہت کام آئے اور کسی طرح بھی اسٹیشنوں کے کھانوں کا محتاج نہیں ہونے دیا۔

گورونانک یونیورسٹی اتاری امرتسر روڈ پہ خالصہ کالج سے متصل ایک وسیع میدان میں بالکل نئی تعمیر ہو رہی ہے جس کی عمارات مختلف شعبے اور نظام کار ابھی ابتدائی مراحل ہی میں ہیں۔ ہم اس عجلت میں صرف لائبریری میں جا سکے۔ کتب خانے کا نظام بہت اعلیٰ اور مختلف مضامین کے تحت ذخیرہ کتب کا سلیکشن اچھا پایا۔ چلتے وقت جناب گوپال سنگھ نے لائبریری کی کچھ مطبوعات ادارہ تحقیقات اسلامی کے کتب خانے کے لئے ہدیہ پیش کیں۔

ہم ہندوستان سے محبت والفت کے سب تحفے لے کر ۲۶ ر فروری ۱۹۸۲ ر کو وطن عزیز کی سرزمین پر پہنچ چکے تھے۔ دونوں ممالک کے کسٹم کے عملہ نے ہمارے اس علمی وفد کے ساتھ ہر دونوں موقعہ پر بے حد خوش خلقی اور بے حد پذیرائی کا سلوک کیا۔ جو شکریہ کے مستحق ہیں۔

بقیہ ص ۳۵

مدارس حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت مقرر فرما رکھا تھا۔ اور امہات المومنین کو بھی اللہ تعالیٰ نے فقاہت کا معتد بہا حصہ عطا فرمایا۔ کہ جب انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور حیا کی وجہ سے وہ اس بارے میں حضورؐ سے نہیں پوچھ سکتی تھیں تو وہ اس مسئلہ کو امہات المومنین کے سامنے بیان کرتیں۔ تو اس میدان میں امہات المومنین کا حصہ بھی کسی طرح کم نہیں۔

تو اس وقت تبلیغ و اشاعت کے مختلف طریقے تھے۔ مثلاً قبائل کو وفود بھیجنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مکاتیب مختلف بادشاہوں کے نام اور آپؐ کے خطبات۔ فتح مکہ کے دوران احکام و احادیث کا وافر حصہ نشر پذیر ہوا۔

اشتہار نیلام

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کٹائی شدہ لکڑی جو کہ مندرجہ ذیل ڈپو میں پڑی ہیں۔ تاریخہائے مقررہ پر جو کہ ہر ڈپو کے سامنے لکھی ہوئی ہے خواہشمند حضرات موقع پر آکر بولی دے سکتے ہیں۔

نام ڈپو	تعداد	قسم	تعداد	مکسرفٹ	زربیعانہ	تاریخ نیلام
میرا پڑانگ ڈپو	36	شیشم	46	663.5	6,000 روپے	
"	40	"	40	658.2	" 6,000	16.8.82
"	41	"	41	708.7	" 6,000	
"	53	"	64	930.0	" 6,000	۸ بجے صبح
ڈویژنل آفس نوشہرہ	3	سمل	18	151.26	" 1000	مقام میرا پڑانگ چارسدہ
خیرآباد ڈپو			19	47.1	" 700	
اورنگ آباد	15		41	93.5	" 1000/=	
"	23			168.0	" 200/=	
پشاور ارمڑ روڈ	6.5		3	132.0	" 200/=	17.8.82 ۸ بجے صبح
باڑہ روڈ	7	کیکر	6	177.0	" 200/=	
کوہاٹ روڈ	8		63	614 0	" 500/=	مقام نشتر آباد
"	9	شیشم	37	251.6	" 2000/=	"
ناگمان	26	چوبی بیر	47	97.7	" 200/=	رینج آفس
"	31	مکس بالن	"	1333.0	" 1000/=	

نوٹ (۱) زربیعانہ صورت کال ڈیپازٹ بنام ڈی ایف او پشاور فارسٹ ڈویژن نوشہرہ جمع کرنا ہوگا۔

(۲) جملہ شرائط نیلامی موقعہ پر پڑھ کر سنائی جائیں گی۔

دستخط ڈویژنل فارسٹ آفیسر

پشاور فارسٹ ڈویژن۔ نوشہرہ

INF (P) 2405

گرامی ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی۔ تہران۔ ایران

بمان ای عبدِ حق پیروز و جاوید

دانشمند گرامی جناب محمد حسین تسبیحی ایران کے مشہور فاضل سکالر ہیں مجذوبانہ انداز میں کتابوں سے عشق ہے۔ پاکستان میں ... گنج بخش راولپنڈی اسلام آباد کے توسیع و ترقی کے مرہونِ منت ہے یہاں کے اہل علم و فاضل ان سے واقف ہیں۔ ... عرصہ سے ایران میں مقیم ہیں اور علمی تحقیقی اشتغال کاموں میں منہمک ہیں۔ ناچیز کو خلوص و محبت سے نوازتے رہتے ہیں۔ ... کی مناسبت سے ان کا تازہ گرامی نامہ جس میں حضرت مدظلہ العالی کے بارے میں اپنی منظوم عقیدت کا اظہار ہے۔ قارئین ... لطف اندوز ہونے کے لئے پیش ہے۔ (س)

بہ نام خدای بزرگ

حضرت آقای مولانا سمیع الحق استاد بزرگوار

دانشمند عالی مقام و مدیر الحق دامت برکاتہ العالیہ زید عزہٗ العالی

سلام و دعا و مراسم احترام تقدیم می دارم
عید سعید فطر را بہ شما و خاندان محترم تبریک عرض می کنم۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق والسلام و ... ما تقدیم می دارم و برای قطعہ ای سرودہ ام کہ تقدیم می دارم۔ امید وارم قبول فرمائید۔ مجلہ الحق برای من ... می رسد متشکرم۔

خدا حافظ

مخلص شما

محمد حسین تسبیحی

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ - ۱۰ جولائی ۱۹۸۲ء

بُوَد شیخ الحدیث اندر زمانہ — بُوَد مانند خود، باشد یگانہ

بہ مولیٰ عبدِ حقّ مُستظہر استند — کہ او از نُورِ حقّ باشد نشانہ

کہ عَبدِ حقّ بُوَد، بل نُورِ حقّ است — ہمی گویم حقیقت نہ فسانہ

ہمہ آثارِ او تبلیغِ اِسلام — سخن ہایش بہ نیکی جاودانہ

اگر در حلقۂ درسش نشینی — شوی عالِم بہ علمش عالمانہ

عُلومِ حقّ، کتابِ حقّ، کلامش — طریقِ حقّ نُماید عارفانہ

جہانِ دین و دانش در حدیثش — بہ سُویش مَردُمان باشند روانہ

چو دریای اٹک علمش جُوشان — چو کوہِ مارگلہ پُر آب و دانہ

اکوڑہ از وجودش شُہرۂ دہر — بہ اکوڑہ روند از ہر کرانہ

ہمہ طُلّابِ علم اندر کنارش — بہ جُستجوی علمند عاشقانہ

بمان ای عَبدِ حقّ پیروز و جاوید — زُنم بر زُلفِ اَلفاظِ تو شانہ

ستارہ امتیاز آمد بہ سُویت

رسیدہ حقّ بہ حقّ دار صادقانہ

سرودۂ محمد حسین تسبیحی

تہران - ایران ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ مطـ ۲۵ تیرماہ ۱۳۶۱خ ۱۷ جولا

مولانا عبدالقیوم حقانی، رفیق موتمر المصنفین

اور اب حدِ قذف؟

اس کا کریڈٹ بھی صرف منکرین حدیث کے سر ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اکیاسی روز قبل ہزاروں کی تعداد میں قدسی الصفات اور پاک نفوس کے بھرے مجمع میں میدان عرفات کے اندر ۹ ذوالحجہ کو جمعہ کے دن اور عصر کے وقت یہ اعلان کرایا گیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ)	آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے میں نے دینِ اسلام کو پسند کیا۔

قرآن مقدس کے اس قطعی اعلان کے بعد قیامت تک اب دین میں کسی ترمیم و تنسیخ اور حذف و اضافہ کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔ ہدایت کے لئے جملہ ضروری احکام اصولاً نازل کر دئے گئے ہیں۔

لہٰذا اس کے بعد جو شخص بھی دین میں کسی چیز کا اضافہ کرتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے عقیدہ میں دین نامکمل اور اس کی ترمیم کا محتاج ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔

فمهما نطلب العز بغير ما اعزنا الله به اذلنا الله (مستدرک)	جب بھی ہم کسی ایسے طریقہ سے عزت حاصل کرنا چاہیں جس کے ساتھ اللہ نے ہمیں عزت نہیں دی (یعنی خلاف اسلام) تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں رسوا اور ذلیل کر کے چھوڑے گا۔

شرعی دلائل و براہین چار ہیں۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اجماع اور قیاس۔ مگر اخیرین یعنی اجماع و قیاس درحقیقت کتاب و سنت ہی کی طرف راجع اور اسی کا ثمرہ ہیں۔ کائنات کی رہبری کے لئے گویا اصولی طور ہدایت کے دو حصے ہیں۔

ایک وہ حصہ ہے جو جمیع اصول، تمام پختہ و غیر متغیر اور لازمی احکام و اعمال پر مشتمل اور انسانی فطرت سے بالاتر

اور اپنے الفاظ میں محفوظ و منضبط اور ہمیشہ کے لئے مکلف مخلوق کی ہدایت کا نصاب ہے جس کا نام "وحی متلو" اور "قرآن مجید" ہے جس کی صداقت اور حقائق کا غیر بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

ڈاکٹر سیموئیل جانسن لکھتا ہے :-

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں جو ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں کہ وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔

ہدایت کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کو وحی غیر متلو، وحی خفی اور حدیث کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کی مجسم و متحرک تصویر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور شعبوں کو جامع ہے، قرآن مجید نے اسے حکمت کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

و انزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دو مختلف چیزیں نہیں ہیں بلکہ دونوں کی پیروی حکم الٰہی کی پیروی ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہیں آپ دین بناتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں۔ اس لئے آپ کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہے۔ اور آپ کی خلاف ورزی فطرت سے بغاوت ہے۔ الحمد للہ۔ اہل اسلام کے گھر میں تو رسول ؐ کی شمع کافوری روشن ہے بھلا ان کو کسی فقیر کی جھونپڑی سے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے چرانے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ بزم مے ہے کوتاہ دستی میں ہے محرومی   جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں، مینا اسی کا ہے

آج کے اس بے دینی، فتنہ و فساد، تجدد و مادیت کے دور میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کے خود ساختہ مسائل بدعات، رسومات اور خود تراشیدہ قوانین و دساتیر کو عمیق غور و فکر سے جانچیں، پرکھیں اور ان کی اسلامی حیثیت سے کما حقہ آگاہ ہونے کی کوشش کریں۔ بغیر اتباع کتاب و سنت کے اسلام اور اسلام سے محبت کا دعویٰ بے بنیاد اور سراسر بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔

آج مسلمان غیروں کی صورت و سیرت، گفتار و کردار، رسم و فیشن، تہذیب و تمدن، معاشرت اور قانون و دستور پر مفتون ہو رہے ہیں۔ جو عظیم محسن (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہماری احسان فراموشی کی بدترین مثال ہے کاش! کچھ تو شرماتے جن کے راستوں پر چلنے میں تم نجات سمجھتے ہو وہ خود اپنے راستے سے بیزار اور تمہاری راہ پر آنے کے لئے تیار ہیں۔ اور تمہارے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد اور سنت کی قدر و قیمت کا اعلان کر رہے ہیں

لندن کا مشہور اخبار "لیبر الیٹ" لکھتا ہے۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد کی قدر و قیمت اور عظمت و فضیلت کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت

عقل ودانش سے بیگانہ ہیں۔

حدیث، قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم ماخذ ہے۔ لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں پہ مغربی اقوام کا سیاسی نظریاتی تسلط بڑھا تو کم علم مسلمانوں کا ایسا طبقہ وجود میں آیا جو مغربی افکار سے بے حد مرغوب تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں ترقی بغیر اقوام مغرب کی تقلید کے ناممکن ہے۔ لیکن اس کے راستہ میں اسلام کے بہت سے احکام رکاوٹ تھے۔ اس لئے انہوں نے اسلام کو مغربی افکار کے مطابق بنانے کے لئے اس میں تحریف شروع کر دی۔ اس طبقہ کو "اہل تجدد" کہتے ہیں۔ ہندوستان میں سرسید، مصر میں طٰہٰ حسین اور ترکی میں ضیا گوک الپ اس طبقہ کے اولین رہنما ہیں۔

اس طبقہ نے اپنے مذموم مقاصد کی خاطر حدیث کو راستہ سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور "حجیت حدیث" کا انکار کر دیا۔ اسی ذریعہ سے تجارتی سود کو حلال کر دیا گیا۔ معجزات کا انکار کیا گیا۔ پردہ کا انکار کیا گیا۔ اور بہت سے مغربی افکار کو سند جواز دی گئی۔

نظریہ انکار حدیث مسلسل ترقی کرتا رہا اور پھر کسی قدر منظم طور سے عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس کی باگ ڈور سنبھال لی۔ اور اسے ایک منظم مکتب فکر کی شکل دے دی۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے اس کی تحریروں میں بڑی کشش تھی اس لئے پرویز کے زمانہ میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا۔ یہاں تک کہ عدالتی فیصلے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جس کا اظہار یوں ہوا کہ گذشتہ دنوں خوب دھڑلے سے "حد رجم" پر رجم کیا گیا۔ اس کے بعد مثبت اور منفی ہر دو پہلوؤں پر اخبارات اور قومی پریس میں خوب لے دے بھی ہوتی رہی۔ مگر یار لوگوں کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ بلکہ یہ فائدہ ضرور ہوا کہ قطعی حقائق، واضح نصوص اور مضبوط دلائل و براہین سے مسئلہ خوب نکھر کر سامنے آگیا۔

ہم اس وقت بھی سمجھ رہے تھے کہ یہ ڈور پیچھے کہاں سے ہل رہی ہے اور اس کے پس منظر میں کس کا اشارہ ابرو چل رہا ہے۔ مگر سنا ہے کہ آدم خور کو جب ایک بار آدمی کے خون کا چسکا لگ جائے تو وہ موت قبول کر لیتا ہے مگر انسانی خون کی چاٹ سے دست بردار ہونے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتا۔

کچھ ایسے ہی مزاج کے لوگوں کو جب بھی اسلام پہ حملہ کر کے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت کا انکار کر کے اس کے واضح، قطعی اور منصوص احکام کا مذاق اڑا کر "قرب سلطانی" اور کچھ اس سے بڑھ کر نام و مقام کے نقد تمغات حاصل کئے تو "ھل من مزید" کے فطری اور طبعی محرکات مگر درحقیقت پس پردہ خدا تعالیٰ کی ڈھیل اور مہلت نے انہیں "فی طغیانھم یعمھون" کے بحر عمیق میں خوب کشتی دوڑانے کا موقع فراہم کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ اب منکرین حدیث کے ہاں "حد رجم" پر رجم کرنے کے بعد "حد قذف" پر قذف لگانے کا چرچا چل نکلا ہے اور اس سلسلہ میں مختلف شوشے چھوڑے جا رہے ہیں۔

نااہلوں کو تو یہ کہنے میں بھی باک محسوس نہ ہوئی، کہا اور خوب بے خوف ہو کر کہہ دیا کہ حد قذف کی ایک صورت مخصوصہ (اذا قذف الرجل رجلاً محضاً) قرآن و حدیث میں منصوص نہیں ہے۔ لہٰذا اس حد کا نفاذ اور اجراء خلاف اسلام ہے۔

اصل میں انکار صرف حد کی صورت مخصوصہ (مذکورہ) سے نہیں بلکہ حدود سے ہے۔ مگر اس بڑے مقصد تک پہنچنے کے لئے حد قذف کی ایک مخصوص صورت کو لے کر "یوسوس فی صدور الناس" کا عمل شروع کر دیا ہے مگر عزائم یہ ہیں کہ اس عمل کو آگے بڑھا کر "یوسوس فی القضاء والعدالۃ والحکومۃ" کا فرض بھی ادا کریں۔
اس قدر واضح، قطعی اور منصوص حکم کے لئے دلائل لکھنا اور اسے ثابت کرنا اگرچہ ایسا ہی ہے جیسے سورج کی موجودگی میں اس کے وجود پر دلائل قائم کئے جائیں۔ مگر کیا کیجئے۔ یار لوگ ایک چھوٹے سے مصنوعی سوراخ میں گھس کر پورے دین کی عمارت کو گرانے اور اس کی بنیادیں ہلانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ احتمالی مصنوعی دروازہ بھی بند کر دیا جائے۔

"اذا قذف الرجل رجلاً محضاً" کا عنوان لے کر پورے دین سے فرار کرنے والوں کو، یہ غلط ہے کہ قرآن میں آیات اور قطعی نصوص نظر نہیں آتے بلکہ حق یہ ہے کہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا	اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر
باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمٰنین جلدۃً	چار گواہ نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی دُرّے
ولا تقبلوا لھم شہادۃً ابدا (نور)	لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو۔

عام معروف عادت کے مطابق یا اس واقعہ کی وجہ سے جو اس آیت کا شانِ نزول ہے۔ تہمت زنا اور اس کی سزا کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ تہمت لگانے والے مرد ہوں اور جس پر تہمت لگائی گئی ہو وہ پاک دامن عورت ہو۔ مگر حکم شرعی اشتراکِ علّت کی وجہ سے عام ہے۔ کوئی عورت دوسری عورت پر، یا کسی مرد پر، یا مرد کسی دوسرے مرد پر تہمت زنا لگائے اور ثبوت شرعی موجود نہ ہو تو یہ سب بھی اسی سزائے شرعی کے مستحق ہوں گے۔ (جصاص و ہدایہ)

علامہ سید امیر علی صاحب اپنی تفسیر "مواہب الرحمٰن" میں لکھتے ہیں:-
واضح ہو کہ جو حکم محصنات عورتوں کے قذف میں ہے۔ وہی حکم محصنین مردوں کے قذف میں ہے۔ کما صرح بہ الشیخ ابن کثیر والخطیب وغیرہم۔
آیت میں محصنات عورتوں کی تخصیص بالذکر اس واسطے فرمائی کہ محصنات عورتوں کے حق میں اس قذف سے عار زیادہ ہے اور یہ ان کے حق میں زیادہ شنیع ہے۔ نیز مردوں کا شمول بھی آیت میں مذکور ہے۔

"محصنات" نفس کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے: "والذین یرمون نفس المحصنات"

پس محصنات مطلق نفوس ہیں جو مرد و عورت دونوں کو شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں محصنات سے محض نساء مراد ہیں وہاں نساء کی قید بھی آئی ہے۔ والمحصنات من النساء۔ اگر محصنات سے صرف نساء ہی مراد ہوتیں تو من النساء کی قید کا اضافہ چنداں مفید نہ تھا۔

میرے شیخ اور استاذ المکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم نے فرمایا :۔

مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مفضول کی نفی ہو جائے تو افضل کی نفی بطریق اولیٰ ہو جاتی ہے۔ مثلاً "ولا تقل لہما اُف" میں جب اُف کی نفی ہے تو ضرب و شتم کی نفی بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ عورت مفضول ہے اور مرد افضل "الرجال قوامون علی النساء" جب شریعت عورت کی عزت و آبرو کا تحفظ تو بطریق اولیٰ کرتی ہے۔ لہٰذا حدِ قذف میں "محصنین" کا انکار "ولا تقل لہما اُف" میں والدین کو سب و شتم اور ضرب کی حرمت کے انکار کے مترادف ہے۔

حضرت شیخ مدظلہ نے فرمایا کہ اسی سورہ نور میں آگے چل کر قرآن کریم کی تصریح نے منکرین کے لئے تاویل و تحریف کے تمام جھوٹے اور مصنوعی دروازے بند کر دیئے۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی	جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں
الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا	چرچا ہو ان کے لئے دنیا و آخرت میں سزا دردناک
والاٰخرۃ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون	مقرر ہے۔

الذین اسم موصول جمع مذکر ہے اور دنیا کی سزا کو دردناک کہا گیا ہے جس کا مصداق حدِ قذف ہی ہے۔ اس قدر صاف اور بے غبار تصریح کے باوجود بھی محصنین کو آیت کے مصداق کو خارج کرنا قرآن کی کھلی تحریف ہے جس کی جرأت وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دل خوفِ خدا سے خالی ہوں۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس نوعیت کی جرأت و جسارت کسی سے بھی نہیں ہوئی۔ اس کا کریڈٹ صرف پاکستان کے منکرین حدیث کے سر ہے۔ قرآن کی ان قطعی نصوص کے بعد یہ عنوان کہ "مسئلہ صحاح میں نہیں" ایک بے جا خرافات ہے تاہم ہم بطور نمونہ اتمام حجت کے لئے امام بخاریؒ کی صحیح سے خلافت راشدہ کے نقشِ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا عمل پیش کرتے ہیں۔

وجلد عمرؓ ابا بکرۃ و شبل بن معبد و نافعاً بقذف المغیرۃ بخاری ج۱ ص ۳۶۱

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا کے پیشِ نظر ہمیں تو عمر فاروقؓ کا عمل بھی قرآن ہی کی عملی صورت نظر آتا ہے اور اس میں شبہ ہی کیا ہے جب خود لسانِ نبوت نے یہ فرما دیا ہے۔

فاقتدوا من بعدی ابی بکر و عمر میرے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ کی اقتدا کرنا۔

(ترمذی ج۲ ص ۲۰۷)

(باقی ص ۷۹ پر)

اشتہار

سعودی وظائف

۱۔ اعلیٰ تعلیم اور مطالعہ کے لئے وظائف سعودی عرب اور الازہر یونیورسٹی مصر میں درج ذیل شعبوں میں موجود ہیں۔

الف ۔ شریعت　ب ۔ عربی زبان　پ ۔ الدعوۃ (اسلامی مطالعہ)　ج ۔ معاشیات　د ۔ تعلیم

۲۔ درج ذیل قابلیت رکھنے والے امیدواروں سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

ا ۔ شریعت کے طلباء کے لئے ۔ لاء گریجویٹ ۔ سابقہ اعلیٰ تعلیمی کیرئیر اور اونچی سطح پر علوم عربی اور اسلامیات میں مہارت

ب ۔ الدعوۃ ۔ معاشیات اور تعلم کے طلباء کے لئے ۔ متعلقہ شعبہ میں ماسٹر ڈگری (ایم اے) اور اعلیٰ تعلیمی معیار
اور علوم عربی میں مہارت ۔

پ ۔ الدعوۃ کے لئے امیدوار جو کہ کسی دینی مدرسہ سے تخصص کی سند لے چکے ہوں اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے منظور ہو، درخواست دے سکتے ہیں ۔

۳ ۔ عمر زیادہ سے زیادہ (۳۰) سال

۴ ۔ منتخب امیدواروں کو ایک معاہدہ پر دستخط کرنا ہوگا ۔ کہ اگر انہیں ملازمت کی پیش کش کی جائے تو وہ پاکستان کی اسلامی یونیورسٹیوں / تعلیمی اداروں میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد خدمت انجام دیں گے ۔

۵ ۔ خواہشمند امیدواروں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ عربی زبان کے ٹسٹ اور انٹرویوں کے لئے وزارت تعلیم کمرہ ۱۰۵ ۔ بلاک ڈی پاکستان سیکرٹریٹ اسلام آباد میں صبح ۹ بجے حسب ذیل پروگرام کے مطابق تشریف لائیں۔

ا ۔ شرع ، معاشیات اور تعلیم کے لئے　۳ راگست ۱۹۸۲ ء

ب ۔ دعوۃ اور عربی زبان　۴ راگست ۱۹۸۲ ء

امیدوار اپنے ہمراہ مکمل سوانح ۔ اصلی ڈگری / سرٹیفکیٹ لائیں ۔ کسی قسم کا ٹی اے / ڈی اے نہیں دیا جائے گا

مزید معلومات کے لئے زیر دستخطی سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے ۔

ایس مقبول وارث
اسسٹنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر

فون ۲۳۱۶۴

ڈاکٹر ابوالفضل بخت رواں ۔ (پی ایچ ڈی جامعہ بغداد)
پشاور یونیورسٹی

پاک وہند میں عربی زبان کی ابتداء

مقدمہ۔ پاک و ہند جسے براعظم صغیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اپنی جغرافیائی خوبیوں کی بدولت دنیا کے ممالک میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ چنانچہ جب سائنسی ایجادات ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں۔ یہ منطقہ دور دراز ممالک کے دست درازی سے محفوظ رہا۔ صرف پڑوس کے چند ممالک مثلاً چین۔ منگولیا۔ ایران اور افغانستان کے ملوک اس کے محصولات اور معدنیات سے مستفید ہوتے رہے۔

اسلام سے قبل اور کسی حد تک اسلام کے بعد اس کے باشندے جابرانہ براہمنی نظام میں جکڑے ہوئے تھے اور عوام کو چار طبقوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ١۔ برہمن۔ ٢۔ کھشتری۔ ویشی۔ ٤۔ شودر
پہلے طبقے کا کام ملک کا نظام چلانا تھا اور مذہبی امور کی نگرانی کرنا۔ دوسرے گروہ کے ذمہ فوجی خدمات کا انجام دینا اور دفاع کرنا۔ تیسری جماعت کا کام کھیتی باڑی کرنا تاکہ باقی طبقوں کا پیٹ بھر سکے۔ چوتھا طائفہ باقی تینوں طبقوں کی خدمت گذاری تھی۔ یہ آخری جماعت ذلیل اور حقیر سمجھی جاتی تھی۔ اس جماعت کو برہمن اپنی آبادی سے الگ تھلگ رکھتے۔ بوقت ضرورت اعلیٰ طبقہ کی آبادی میں داخل ہوتے۔ چھوت چھات پر سختی سے عمل کیا جاتا۔ جب کسی شودر کا ہاتھ غلطی سے برہمن کو لگ جاتا تو اس کی پاداش میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔ علم و عرفان کے دروازے صرف برہمنوں کے لئے کھلے تھے۔ لہذا شودروں کا ذہن مفلوج ہو چکا تھا۔ بے وقوفی اور نادانی کے نمونے بنا دئے گئے۔

چنانچہ پشتو زبان میں " شودہ " لفظ بے وقوف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ پشتو زبان ہندی زبان کی پڑوسن ہے۔

مذکورہ انتظامی اور معاشی خرابی کے علاوہ ہندو مذہب میں کائنات کی ہر اس چیز کی پوجا پاٹ کی جاتی ہے جس کا کوئی نہ کوئی نمایاں اثر ہو۔ آگ۔ پانی۔ دریا۔ سمندر۔ درخت۔ پہاڑ۔ چیتا۔ شیر۔ ہرن۔ کچھوہ وغیرہ کی دیویوں کو خوش رکھنے کے لئے غریب عوام کو قربانی دینے کے لئے مجبور کیا جاتا۔

وہ ذہنی طور پر پریشان تھے کہ کسی کی خوشی ان کے لئے خطرناک ہو سکتی ہے۔ عورت کو مافوق الفطرت جانتے ہوئے اس کی شرم گاہ کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی اور اب بھی کی جاتی ہے اس لئے کہ اس سے انسانی نسل کا سلسلہ قائم ہے۔

اس دوران بدھ مت کا ظہور ہوا۔ چونکہ ہندو مت کے مقابلے میں یہ مذہب سستا اور آسان تھا اس لئے مظلوم انسان جوق در جوق اس میں شامل ہو گئے۔ کچھ بادشاہوں نے اس کی سرپرستی کی۔ اور یہ مذہب افغانستان سے لے کر چین جاپان تک جا پہنچا۔ پھر آہستہ آہستہ اسے زوال آنا شروع ہوا۔ تو برہمنوں نے مہاتما بدھ کو اپنے مذہب کا اوتار مان لیا۔ اور ہندومت و بدھ مت کے امتزاج کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ مظلوم باشندے ایک دفعہ پھر برہمنوں کی تعدی و تشدد کا ہدف بنے۔ (انہوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنے مذہب کا "اوتار" تسلیم کیا۔ لیکن اسلام کی تعلیمات واضح اور جلی ہیں جس کی وجہ سے دھوکا نہیں کھایا جا سکتا) بمصداق حدیث نبوی "الناس عیال اللہ" اللہ تعالیٰ کی محبت و غیرت کو جوش آیا جس نے ہند کے مظلوم باشندوں کی روحانی اور مادی اذیت سے بچانے کا مستقل بندوبست کیا۔

حضور رحمۃ للعالمین ہونے کی حیثیت سے ہند کا منطقہ بھی حضورؐ کی رحمت و عنایت کا مرکز بن گیا چونکہ حضورؐ کے زمانے میں ہند تک اسلام کا پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے آپؐ نے اس بارے میں واضح تعلیمات صادر فرمائیں۔ "عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابۃ تغزو الی الہند وعصابۃ تکون مع عیسیٰ بن مریم علیہما السلام۔

۲۔ وقد عزم ابو ھریرۃ ان ینفق روحہ ومالہ فی تلک الغزوۃ۔ وقال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغزوۃ الہند۔ فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی ومالی فان اقتل کنت افضل الشھداء وان ارجع فانا ابو ھریرۃ المحرر (سنن النسائی باب غزوۃ الہند الجزء السادس۔)

ترجمہ: حضرت ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ

۱۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے دو طائفے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے بچایا ا۔ ایک وہ جو ہند کے جہاد میں شریک ہوگا۔ ۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس جہاد میں اپنی جان و مال خرچ کرنے کا وعدہ

فرمایا تھا۔ پس اگر میں اس جہاد میں قتل کیا جاؤں تو میں بخشا بخشایا ابوہریرہ ہوں گا)

حضرت ابوہریرہؓ نے ہند کے جہاد میں انتظار کرتے کرتے وفات پائی۔ لیکن یہ سعادت محمد بن قاسم اور اس کے ساتھیوں کو نصیب ہوئی جنہوں نے ہند میں اسلام کی مستقل بنیاد رکھی جس کی بدولت فوج در فوج اہل ہند اسلام میں داخل ہو گئے۔ بموجب لا اکراہ فی الدین مسلمانوں نے کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں برہمنوں کی ضد کی وجہ سے اکثریت غیر مسلم رہی تاہم انہوں نے مسلمانوں کی مساوات، عدل و انصاف، اخوت اور بھائی چارے سے اثر قبول کیا۔ اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی افادیت ان پر منکشف ہوتی رہی۔ ابھی کل پرسوں کی بات ہے کہ ہریجنوں (شودروں) کی پوری کی پوری بستی ہندوؤں کی نسلی امتیازات سے تنگ آ کر مسلمان ہو گئی۔ اور لاکھوں مسلمان ہونے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ مگر پنڈتوں کی تعدی کے خوف سے اسلام قبول کرنے سے کترا رہے ہیں۔

راقم الحروف نے یہ لمبی تمہید اس لئے باندھی ہے کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ ہند میں مسلمان کیسے اور کیوں آئے اور عربی زبان کی ابتدا کیسے ہوئی۔ اسلام میں عربی زبان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسی زبان کے وجود سے اسلامی تعلیمات موجود ہے۔ اگر خدانخواستہ اس کی ناپید ہونے سے صحیح اسلام کے ناپید ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے صدر مملکت پاکستان اپنی ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۱ کی پریس کانفرنس جو پشاور میں منعقد ہوئی تھی فرمایا تھا کہ ملک میں عربی زبان پر پوری توجہ دی جائے گی۔ تاکہ پاکستان کے مسلمان قرآنی تعلیمات سے براہ راست مستفید ہو سکے۔ اللہ کرے کہ ملک میں انگلش میڈیم سکول کی طرح عربی میڈیم سکول نظر آنے لگیں۔

مغربی ملکوں میں انگریز قوم کا پروپیگنڈہ ایسا موثر ہے کہ انہوں نے ہمارے دل و دماغ میں یہ وہم ڈال دیا کہ موجودہ ٹیکنالوجی اور سائنسی ایجادات میں انگریزی دان سائنسدان ترقی کر سکتے ہیں لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جاپان، چین، فرانس، جرمنی اور روس نے انگریزی کے ذریعہ ترقی نہیں کی بلکہ اپنی زبانوں کے بل بوتے پر اس راستے میں آگے بڑھے ہیں۔

جدید سائنسی ایجادات کی بنیاد عربی سائنسدانوں نے رکھی تھی۔ اور عربی زبان میں اتنی قوت ہے کہ جدید ٹیکنالوجی کے علوم اپنے اندر سمو سکتی ہے۔ بعض عرب ملکوں نے طب اور انجینئرنگ جیسے اہم علوم کو عربی زبان میں ڈھالنا شروع کر دیا ہے۔ اگر پاکستان ایسا کرے تو دین و دنیا کی بھلائی سے بیک وقت مستفید ہو گا۔ ہم نے خواہ مخواہ اپنے طالب علموں کے اذہان کو انگریزی زبان کی بے ڈھنگی تدریس سے مفلوج کر رکھا ہے۔ مسلمان کا پیدا ہونا اور مرنا عربی زبان پر ہوتا ہے۔ پھر اس کی تعلیم و تدریس میں اسے روحانی ذوق حاصل ہوتا ہے۔ جو مادی ذوق سے کئی گنا بڑا ہے۔

قارئین کرام خیال کریں گے کہ راقم اسطور موضوع سے ہٹ گیا ہے لیکن مذکورہ بالا معروضات موضوع کے ضمن میں آتا ہے۔ جسے مختصراً عرض کر دیا گیا ہے۔

ہند میں عربی زبان قبل از اسلام | ۱۔ ہندوستان کی مشہور جنگ۔ کورو پانڈوں میں عربی زبان استعمال کی گئی ہے وہ یوں کہ جب کوروں نے اپنے دشمن پانڈو کو موسمی گھر میں مہمان بنانا چاہا تاکہ اس میں اس کا صفایا کریں تو اس سازش کا انکشاف " درودھی " عربی میں کیا۔ اور اس کو دھشتر سے جواب عربی زبان میں دیا۔[1]

۲۔ ابراہیمی خط ہندوستان میں ۸۰۰ ق م میں فینیقین کے تجار کے ذریعہ داخل ہوا۔ فینیقین سامی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور عرب بھی سامی نسل سے ہیں۔ اس لئے عربی زبان بھی اسی زمانے میں ہند میں آئی اور جس کی تصدیق موریا اور راندھرا حکومتوں کی بعض کتبوں سے ہوتی ہے۔ جو عربی زبان میں لکھے گئے ہیں۔[2]

۳۔ اشوک کے زمانے کے کتبے جو معلوم ہوتے ہیں اس کی مشابہت عربی سے ہے اس کے علاوہ یہ دائیں سے بائیں لکھے گئے ہیں جو سامی زبانوں کی خاصیت ہے۔[3]

۴۔ تورات میں ہے کہ قدیم زمانہ سے عربوں کی تجارت ہند سے ہوتی تھی۔ عرب ہندی اشیاء مصر تک لے جاتے تھے۔[4] ظاہر ہے اہل ہند کے ساتھ عربی میں تخاطب ہو چکا ہو گا اہل ہند نے عربی اور عربوں نے ہندی کے چند کلمات ضرور یاد کئے ہوں گے۔

۵۔ شواہد ملتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ سے واسکوڈے گاما (۱۴۶۹-۱۵۲۴م) اور مارکوپولو ۱۲۵۴-۱۳۲۳م تک عرب ہند تجارت پر قابض تھے۔ ان دو سیاحوں نے مغربی ممالک کے لئے سمندر کے راستے کھول دیے جن کی وجہ سے عرب کی تجارت پر کافی اثر پڑا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے عربی زبان ہند میں داخل ہو چکی تھی۔

۶۔ جب ہم ادب جاہلی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں مندرجہ ذیل کلمات و الفاظ ملتے ہیں۔ مثلاً قرنفل۔ فلفل۔ زنجبیل۔ جاقل لیموں۔ تنبول۔ کافور۔ بارجہ۔ صندل۔ عود ہندی۔ تمر ہندی۔ جوز ہندی نشاش۔ شنیت۔ صبا اور فوطہ وغیرہ وغیرہ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مذکورہ کلمات معرب ہیں۔

۷۔ اور ان کی اصل سنسکرت سے جا ملتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ الفاظ کا تبادلہ اسلام سے قبل ہوتا رہا۔ جیسا کہ امرا القیس کے اس شعر سے واضح ہے

تری بعر الآرام فی عرصاتها	و قیعانها کأنه حب فلفل
اذا قامتا تضوع المسك منهما	نسیم الصبا جاءت بریا القرنفل[5]

---

[1] حرکۃ تالیف باللغۃ العربیۃ جمیل احمد ص ۳۴ اور "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۱۱ سلیمان ندوی [2] دائرۃ المعارف بریطانیہ مادہ سنسکرت [3] حرکۃ تالیف باللغۃ العربیۃ [4] کتاب بنی حزقیل آیۃ ۱۹-۲۴ [5] معلقہ الامرا القیس

لفظ ہند اور اس کے متعلقات عربی زبان میں بکثرت مستعمل ہیں جس کی مثال دوسری زبان میں نہیں ملتی۔ اس سے عربوں اور اہل ہند کے روابط واضح ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کتنی عرب عورتیں تھیں اور ہیں جو مسماۃ بلفظ ہندہ ہو چکی ہیں علاوہ ازیں انگریزی لفظ "ہندہ" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ مہند۔ ہندی۔ ہندوانی جو عربی اسماء کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

چنانچہ زہیر بن ابی سلمی نے حضورؐ کی شان میں لفظ مہندیوں استعمال کیا ہے۔

ان الرسول لنور یستضاء به مهند من سیوف الله مسلول

۹۔ عربوں نے اپنا سمندر جو عرب دنیا کے قریب ہے۔ بحر ہند کے نام سے یاد کیا ہے۔ مناسب تھا کہ بحر عرب کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔ اس کے برعکس ہند کے پاس والے سمندر کے ایک حصے کو بحیرۂ عرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ گویا کہ دونوں قوموں نے بطور دوستی کے نشانی اور علامت کے یہ نام رکھے ہیں۔ اس سے دونوں کے قریبی روابط پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۰۔ فضل اللہ لطف فریدی نے اپنی کتاب بمبئی گزٹ میں لکھا ہے۔ کہ ہند میں چال دکلیان اور سوپار کے مقامات پر عربوں کی بستیاں قبل از اسلام موجود تھیں۔ عربوں کے ساتھ ان کی زبان لازماً پہنچ چکی ہو گی[1]

<u>ہند میں عربی زبان اسلام کے اوائل میں</u> ۱۔ جنوبی ہند کے مالابار میں ہندوؤں، یہود، نصاریٰ اور عربوں کے تجارتی مراکز تھے ان چار قومیت کا آپس میں التقا ہوتا تھا۔ اور مذاہب کے متعلق تبادلہ خیال بھی ہوتا تھا۔

اس وقت کے راجہ نے معجزہ شق القمر خواب میں دیکھا وہ اس خواب سے زیادہ مشوش رہتا تھا اور تعبیر کا متلاشی تھا۔ عربوں کی ایک جماعت کا وہاں سے گذر ہوا جو سراندیپ (لنکا) میں حضرت آدم علیہ السلام کے آثار کی زیارت کرنے کے لئے جا رہی تھی۔ وہ راجہ کے پاس ٹھہری راجہ نے اپنا خواب بتایا۔ تب جماعت کے امیر نے سمجھایا کہ یہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جو ہو بہو ظہور پذیر ہو چکا ہے۔

راجہ اپنے وزیروں اور درباریوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اور کافی تعداد میں رعایا بھی مشرف بہ اسلام ہوئی۔ جنوبی ہند یعنی مالا بار اسلام کا پہلا مرکز بنا۔ یہاں عربی زبان اور تعلیمات اسلامیہ کی باقاعدہ درس و تدریس شروع ہو گئی۔ اور قرب و جوار میں بھی اسلام پھیلا[2]

۲۔ اسی مالابار میں مسلمانوں کا مقبرہ ہے۔ جس کی ایک قبر پر یہ عبارت کندہ ہے۔

الرحیل علی بن عثمان توفی ۱۶۶ھ[3]

---

[1] اسلامی ثقافت ہند میں ص ۵۳۔ ڈاکٹر تارا چند [2] مجلہ اسلامک کلچر حیدر آباد دکن جلد ۴۲ - ۱۹۶۸ء۔ اور رجال السند والہند [3] اسلامی ثقافت ہند میں د۔ تارا چند ص ۵۵ (۱۰) مصدر نمبر ۹

۳۔ یہی مالابار ہے جہاں اسلامی سکے دریافت ہوئے ہیں جن پر ۱۱۱ھ درج ہے۔[1]

۴۔ مالابار میں پہلے مسلمان عرب جو پہنچے تھے ان میں مالک بن دینار، شرف بن مالک۔ مالک بن حبیب جنہوں نے مساجد بنائیں۔ عربی زبان، اور اسلامی علوم و فنون کی درس و تدریس کی داغ بیل ڈالی۔ انہوں نے ہند کے جنوب میں اپنے مشن کو آگے بڑھایا۔ یہاں کی عورتوں سے شادیاں کیں۔ اس کے برعکس ہند کے مسلمان تجارت کی غرض سے بحرین جنوبی یمن خلیج عربی اور جزیرۃ العرب پہنچے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علاج ایک زط (جاٹ) طبیب نے کیا۔ یاد رہے کہ زط (جاٹ) ایک سندھی قبیلے کا نام ہے۔

محمد بن قاسم کے آنے کے بعد سندھ اور کچھ ہند میں عربی زبان کو سرکاری حیثیت حاصل ہو گئی جو پونے تین صدی تک جاری رہی۔

عربی زبان کی حالت محمد بن قاسم کے بعد دیبل سے (کراچی) کشمیر تک کا علاقہ محمد بن قاسم نے فتح کیا تھا۔ جس کی ابتدا ۹۲ھ میں ہوئی۔ انہوں نے یہاں مستقل عربی حکومت کی بنیاد ڈالی جو اموی دور میں دمشق کے ماتحت تھی عباسی دور میں بغداد کے کچھ عرب آ کر سندھ میں آباد ہوئے۔ جب کچھ سندھی عراق اور دیگر عرب علاقوں میں پھیلے چنانچہ سندھ کے بعض قبائل مثلاً اساورہ، سیابجہ۔ زط (جاٹ) اندغار۔ بصرہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔ عربی زبان اور ادب کو چار چاند لگانے میں عربوں کے دوش بدوش کام کیا جن میں امام زاعی متوفی، و ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن السندی متوفی ۱۷۰ھ اور مشہور شاعر ابو عطا، متوفی ۲۲۲ھ السندی سر فہرست ہیں۔[2]

اس کے علاوہ جب عباسی دور آیا اور بغداد میں علم و ادب کی تحریک شروع ہوئی اور جہاں و تعریب کا مرکز قائم کیا گیا وہاں سندھ و ہند کے علما نے عربی زبان اور اس کے ادب میں نمایاں کارنامے انجام دئے۔ مثلاً صالح بن بہلہ منکہ، بازیکہ۔ قلبرقل۔ سندبادا لہندی اور کنکہ۔

متاخر الذکر۔ ۱۔ النمودار فی الاعمار۔ ۲۔ اسرار المو الید۔ ۳۔ القرنات الکبیر۔ ۴۔ القرنات الصغیر کے مصنف تھے صاحب احسن التقاسیم مقدسی نے سندھ کا دورہ ۳۷۵ھ میں کیا تھا۔ فرماتے ہیں:۔

دیبل بحریۃ قد احاط بہا نحو من مائۃ قریۃ اکثرہم کفار... کلہم تجار و کلامہم سندھی و عربی[3]

ترجمہ۔ دیبل ایک ساحلی علاقہ ہے جہاں تقریباً چار سو دیہات ہیں اور اکثریت کافروں کی ہے۔ جو سب تاجر ہیں

---

[1] الادب المفرد ص ۳۵ للامام بخاری [2] حرکۃ التالیف بالعربیۃ فی الہند [3] البیان والتبین ج ۱ ص ۱۰۶
[4] فتوح البلدان للبلاذری ص ۴۷۹

سندھی اور عربی زبان بولتے ہیں۔

الاصطخری اپنی کتاب المسالک والممالک میں یوں رقمطراز ہے۔

" ولسان اھل المنصورۃ والملتان ونواحیھا العربیۃ والسندیۃ "

علم حدیث اور فقہا کے متعلق مقدسی یوں فرماتے ہیں۔

اکثرھم اصحاب حدیث۔ ورأیت القاضی ابا محمد المنصوری داؤدیًا واماماً فی مذھبہ له تدریس وتصانیف وقد صنف کتبًا عدیدۃً حسنۃً ولا تخلو القصبات من فقھا علی مذھب ابی حنیفہ [۱]

بعض عرب علماء جو ہند میں آئے | سندھ میں عربی حکومت قائم ہونے کے بعد یہاں جید اور ابرز علماء دیار عرب سے آکر سندھ میں آباد ہو گئے جنہوں نے مسجدوں کو جامعات کی حیثیت دی اور کفر و شرک کے تاریک ہند میں توحید اور رسالت کی روشنی پھیلاتے رہے۔ ان میں مندرجہ ذیل مشہور ہیں۔

۱۔ فقیہی موسیٰ بن یعقوب الثقفی۔ محمد بن قاسم نے اور (رہڑی) کا خطیب مقرر فرمایا تھا۔ چچ نامہ میں اس کی تفصیل موجود ہے یہ عہدہ آپ کی اولاد کو نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہا۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ جب میں سیوستان (موجودہ سوہن شریف) کے خطیب جو شیبانی کے نام سے مشہور تھا ملا تو انہوں نے مجھے عمر بن عبدالعزیز کا وہ خط دکھایا جس میں اس کے خاندان کو خطابت کا کام سونپا تھا خط کا مضمون کچھ اس طرح کا ہے۔

ھذا ما امر بہ عبد اللہ امیر المومنین ابن عبد العزیز لفلان ۹۹ھ

۲۔ فقیہی اسماعیل بن علی الثقفی السندی۔ ان سے چچ نامہ علی بن حامد الکوفی السندی ۶۱۳ھ میں ملا تھا۔ اسماعیل بن علی کے پاس اپنے آباؤ اجداد کی لکھی ہوئی تاریخ العرب فی السند (عربی میں لکھی ہوئی) موجود تھی جس کا فارسی ترجمہ ابن حامد نے کیا تھا ترجمہ موجود اور اصل ناپید ہے [۲]

۳۔ ربیع بن صبیح السعدی حسن البصری کے شاگرد اور سفیان ثوری کے استاد تھے [۳]۔ سرزمین سندھ میں تشریف لائے اور درس و تدریس میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

۴۔ عمرو بن مسلم الباہلی متوفی ۱۲۳ھ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو سندھ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ آپ نے امور مملکت اور امور علم و ادب بیک وقت سنبھالے۔ آپ کی دعوت و تبلیغ کی برکت سے بہت سے راجے، مہاراجے

---

[۱] احسن التقاسیم ص ۴۸۱ [۲] چچ نامہ ص ۹-۱۱ [۳] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۲۲۷ [۴] تہذیب ۸ / ۱۰۵

مسلمان ہو گئے۔ عربی زبان کے ساتھ عوام کا شغف پیدا ہو گیا۔ آپ نے احادیث کی روایت یعلیٰ بن عبید سے کی تھی او آپ سے ابو طاہر نے۔

۵۔ اسرائیل بن موسیٰ البصری تبع تابعی تھے حسن البصری اور محمد بن سیرین رحمن کی زیارت قبور سے راقم تروده مشرف ہو چکا ہے) سے روایت کی اور آپ سے سفیان ثوری نے اور ابن عیینہ متوفی ۱۹۸ھ نے۔ آپ نے سندھ میں وفات پائی۔[۱]

۶۔ یزید بن ابی کبشہ السلسکی الدمشقی جو اپنے والد ابو کبشہ اور مروان ابن الحکم سے روایت کرتے تھے آپ کو سلیمان بن عبدالملک نے سندھ کا والی مقرر فرمایا۔ لیکن آپ جلد وفات پا گئے۔ ۹۶ھ[۲]

سندھ کے مقامی علماء قارئین یہ خیال کریں گے کہ صرف عرب علماء نے سندھ میں عربی زبان اور اس کے ادب سندھ میں پروان چڑھایا تھا اور مقامی لوگ بے کار اور جاہل تھے۔ ایسا نہیں مقامی لوگوں نے اپنے عرب اساتذہ کے ساتھ استفادہ کیا چونکہ وہ سندھی زبان اور جغرافیہ سے خوب واقف تھے اس لئے انہوں نے نہ صرف عربی زبان خود سیکھ لی بلکہ اہل سندھ کو اس کے علوم و فنون سے مستفید کرایا۔

مندرجہ ذیل اسمائے گرامی عربی زبان و ادب کی سرخیل مانے جاتے تھے۔

۱۔ ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ متوفی ۳۲۲ھ جس نے حصول کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔[۳] واپس آکر علم و ادب کے حلقے کو روشن کیا۔ ۲۔ ابو العباس احمد بن عبداللہ الدیبلی متوفی ۳۴۳ھ۔ ۳۔ ابراہیم بن ابی جعفر محمد متوفی ۳۴۵ھ۔ ۴۔ ابو العباس احمد بن محمد الداؤدی المنصوری جو منصورہ کے قاضی تھے جب آپ نے بخارا کی طرف کوچ کیا تو حاکم ابو عبداللہ الحافظ نے روایت حدیث آپ سے کی۔ واپسی پر آپ نے منصورہ کے درس و تدریس بڑے بڑے حلقوں کو علم و ادب سے فیضیاب کیا سمعانی نے مصر، بغداد اور ماوراء النہر کے ان علماء کی فہرست مرتب کی جنہوں نے آپ سے روایت حدیث کی تھی۔

پاکستانی محکمہ آثار قدیمہ نے بھنبھور سندھ کے مقام پر کچھ کتبے حاصل کئے ہیں جن کی تاریخ تین سو ہجری بتائی جاتی ہے اور خط کوفی میں مکتوب ہیں۔[۴] ان سے عربی زبان کا رواج اس زمانے میں مکمل طور پر عیاں ہے۔

"قارئین حضرات ہم نے ارادہ کیا ہے کہ عربی زبان کی مختصر تاریخ سے آپ کو مجلہ "الحق" کی وساطت سے روشناس کرائیں گے۔ اور یہ وضاحت کریں گے کہ عربی زبان پاک و ہند میں کیسے آئی اور یہاں کے مسلمانوں نے کیا خدمات انجام دیں۔ حصول پاکستان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یہاں عربی زبان کی نشاۃ ثانیہ ہو۔

وما توفیقی الا باللہ العظیم وعلیہ توکلت والیہ انیب۔

---

[۱] المیزان ۹۷/۱ والتہذیب والتقریب ۲۶۱/۹ [۳] التہذیب ۳۵۴/۱۱ [۳] فتوح البلدان ص ۴۹۵ [۴] مجلہ پاک ارکیالوجی عدد ۳۔ ۱۹۶۶ء

افکار و تاثرات

- ★ نمرود اور فرعون کے شخصی نام
- ★ مغربی افریقہ کے مسلمان اور اسلامی لٹریچر
- ★ فقیر صاحب کے سوانح
- ★ قادیانیت

★ **نمرود اور فرعون کے شخصی نام**

الحق ماہ مئی ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب پیرس۔ فرانس کا مضمون "نمرود اور فرعون کے شخصی نام" میری نظر سے گذرا۔ مجھے بہت مایوسی ہوئی۔ جب صہ۱۴ پر یہ الفاظ میں نے پڑھے" دریا کو عبور کرتے وقت فرعون نے ان کو جا لیا۔ اسرائیلی تو عبور کر گئے لیکن فرعون اور اس کے کچھ ساتھی شاید مد و جزر کے باعث ڈوب گئے"۔

آگے لکھتا ہے۔" بادشاہ ڈوبا تو یقیناً حوالی موالی دوڑے اور غوطہ خوروں کی مدد سے لاش کو نکال لیا"۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ فرعون شاید مد و جزر کے باعث ڈوب گیا کہیں کسی تفسیر میں نہیں۔ بلکہ قرآن شریف کے الفاظ کچھ ایسے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کو لے کر مصر سے جانے لگے تو راستہ میں دریا حائل ہوا۔ دریا کے پاس پہنچ کر پیچھے سے فرعون اور اس کا لشکر قریب پہنچنے والا تھا جس پر اسرائیلی بہت پریشان ہوئے لیکن موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اپنا عصا دریا پر مار دے۔ عصا کے مارنے سے حسب منشا راستہ مل گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے پار ہو گئے۔ جب کہ فرعون قریب اس کے تعاقب میں دریا کے اُن راستوں پر سے جانے لگا۔ تو یکایک دریا حسب معمول آپس میں مل گیا۔ اور اس طرح فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا۔ اگر اس کو مد و جزر کہہ دیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے اور دریا میں راستہ بننے کا معجزہ نہیں ہوا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

آگے بھی جہاں ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں کہ فرعون کی لاش کو غوطہ خوروں نے دریا سے نکال لیا۔ یہ بھی کسی مستند تفسیر میں کہیں میری نظر سے نہیں گذرا۔ بلکہ مسلمہ امر یہ ہے کہ فرعون کی لاش دریا نے خود اس کے بعد کہیں ساحل پر پھینک دی۔ جو بعد میں مل گئی۔

اس سلسلے میں آپ اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔ زیڈ محفوظ خان ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پشاور

○ الحق: مضمون کے یہ فقرے مجھے بھی کھٹک گئے تھے۔ مگر ایک محقق فاضل کی رائے یا تحریر پر رد و قدح قارئین پر چھوڑ دیا گیا۔ (س ح)

★ **مغربی افریقہ کے مسلمان اور اسلامی لٹریچر** | ادارہ تحقیقات اسلامی کو سفارتی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ

مسلمانان مغربی افریقہ بالخصوص لائبیریا۔ ٹوگو۔ ایوڑی کوسٹ اور آپر والٹا وغیرہ کے ممالک میں دینی تعلیمات اور اسلامی
اقدار کے فروغ کے لئے حسب ذیل اشیاء کی اشد ضرورت ہے جس کے لئے درخواست کی گئی ہے۔

۱۔ دینی اساتذہ کی (پاکستان میں) تربیت۔

۲۔ قرآن مجید کے نسخے اور اسلامی مطبوعات انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں۔ بالخصوص قرآن مجید (عربی متن مع فرانسیسی ترجمہ) برائے ٹوگو۔ ایوڑی کوسٹ۔ اور آپر والٹا وغیرہ

۳۔ مسلمانان لائبیریا اور ٹوگو وغیرہ کی اسلامی تنظیموں کو پاکستان آنے کی دعوت تاکہ وہ دینی مدارس اور دیگر دینی و فلاحی انجمنوں کے کام سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

۴۔ علمائے کرام کے وفود کے دورے اور تبادلے کے انتظامات وغیرہ

۵۔ وہاں کے مسلمانوں کا پاکستان کے تکنیکی کالجوں (انجینئرنگ۔ میڈیکل۔ پولی ٹکنیک وغیرہ) میں داخلے کی سہولتوں کی فراہمی

آپ سے گذارش ہے کہ آپ احیائے اسلام کے سلسلہ میں مسلمانان مغربی افریقہ کی بھرپور مدد کریں۔
اگر اس ضمن میں مزید معلومات درکار ہوں تو مظہر حسین صاحب سیکنڈ سیکریٹری سفارت خانہ پاکستان پوسٹ بکس ۱۱۱۴ - اکرہ - گھانا (مغربی افریقہ) سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

محمد سمیع اللہ۔ سیکریٹری ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد

فقیر صاحب کے سوانح | ایک فاضل دوست جناب میاں فقیر جمال بیگ مرحوم عرف فقیر میاں صاحب کے سوانح پر کام کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جس قسم کا بھی سوانحی مواد موجود ہو۔ مدیر الحق کی معرفت ارسال فرماکر علمی کام میں مدد دیں۔

قادیانیت | مجلس شوریٰ میں قادیانیت کے سلسلہ میں جب کہ یہ فتنہ دوبارہ ابھر رہا تھا آپ حضرات نے پورے عالم اسلام کی ترجمانی کی۔ اور اسے زیر و زبر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ حضرات سے وہاں ایسا کام لے۔

مولانا حسین احمد حقانی و جمیع فضلاء حقانیہ۔ کراچی

نئے آرڈی ننس پر دلی مبارک باد اور دیگر مطالبات منوانے کے لئے جد و جہد کی اپیل۔

محمد عرفان قادری تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم سندھ

وفیات

دارالعلوم حقانیہ سے تعلیمی دینی اور روحانی تعلق رکھنے والے ایک نہایت مثالی خاندان کے چشم و چراغ مولانا میاں فرمان اللہ صاحب مولانا نثار اللہ بادشاہ صاحب فضلاء حقانیہ کے فرشتہ سیرت بھائی تھے۔ نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث نے پڑھایا بادشاہ صاحب اضاخیل بالا تحصیل نوشہرہ میں انتقال فرماگئے۔ مرحوم نوجوان دارالعلوم کے فیض یافتہ اور مولانا رحمہ اللہ بادشاہ تمام وابستگان سے خصوصی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

سمیع الحق

مجلسِ شوریٰ (وفاقی کونسل)

میں

ملک وملّت کے اہم مسائل کی ترجمانی

مولانا سمیع الحق کے سوالات

اور

وزراء کے جوابات

نظام اسلام اور کابینہ کی سُست روی

تاریخ ۲۱ر اپریل ۸۲ء

سوال نمبر ۳۴۸ ۔ مولانا سمیع الحق ۔کیا وزیر انچارج برائے شعبہ کابینہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ آیا یہ حقیقت ہے کہ نفاذِ اسلام کو تیز تر کرنے کے لئے کابینہ کی ایک کمیٹی نفاذِ اسلام کے نام سے قائم کی گئی ہے، اگر یہ درست ہے تو اس کمیٹی اب تک کتنے اجلاس ہو چکے ہیں؟

میجر جنرل (ریٹائرڈ) جمالدار

۱۔ نفاذ اسلام کے لئے کابینہ کی کوئی کمیٹی نہیں ہے تاہم صدرِ مملکت کی تعمیل کے لئے جنوری ۱۹۷۹ء میں نفاذ اسلام کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے یا ان کے فروغ کے لئے راہنما اصول وضع کرنے اور اس سلسلے میں وزارت اطلاعات ونشریات کے لئے ایک مشاورتی ڈھانچے کے طور پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔

۲۔ اپنی تشکیل سے اب تک درج بالا کمیٹی نے سات اجلاس منعقد کئے ہیں۔

فضلاء وفاق المدارس کی سند کا مسئلہ

۱۸ر اپریل ۸۲ء

سوال نمبر ۳۶۷ ۔ مولانا سمیع الحق ۔کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ آیا یہ حقیقت ہے کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن وفاق المدارس عربیہ اور تنظیم المدارس کے فارغ التحصیل علماء اور یونیورسٹیوں یا بورڈوں کے " مولوی فاضلوں" کو ایم اے کے مساوی تسلیم کر چکا ہے اگر ایسا ہے تو اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کون سے حکومت کی طرف سے اقدامات کئے گئے ہیں۔

جناب محمد علی خان ۔ جی ہاں یہ درست ہے کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی اور اسلامیات پڑھانے کے لئے فوقانیہ وفاق المدارس العربیہ اور تنظیم المدارس کی سند، ڈگری رکھنے والے کامیاب علماء کو ایم اے عربی اور علوم اسلامیہ کے برابر تسلیم رکھا گیا ہے ۔ تاہم ایک مولوی فاضل جس نے صرف انگریزی میں بی اے کا امتحان پاس کیا ہو

مکمل بی اے کے برابر سمجھا جائے گا۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے تمام یونیورسٹیوں کو لکھا رکھا ہے کہ اس سلسلہ میں اقدامات کیے جائیں۔ یونیورسٹیاں متعلقہ حکام سے مساوی درجہ کے لئے منظوری حاصل کرنے کا کام کر رہی ہیں۔ چیئرمین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے مساوی درجہ دینے کی تکمیل کے لئے دوبارہ یونیورسٹیوں کو لکھا ہے۔

اساتذہ دینیات کے سکیل

۴۶۸۔ مولانا سمیع الحق: کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

الف۔ آیا یہ حقیقت ہے کہ وفاقی حکومت کے سکولوں میں اسلامیات اور قرآن مجید کے اساتذہ کے پے سکیل میں دیگر مضامین کے اساتذہ کی نسبت بہت زیادہ فرق ہے؟

ب۔ آیا یہ بھی سچ ہے کہ ان اساتذہ کو قومی پے سکیل نمبر ۵ یا ۶ دیا جاتا ہے جب کہ بی ایڈ استاد کا ابتدائی پے سکیل ۱۴ ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب محمد علی خان: الف۔ وفاقی حکومت کے تعلیمی اداروں میں اساتذہ کے تین درجے ہیں جن کے لئے قابلیت اور تنخواہوں کے سکیل حسب ذیل ہیں:-

نمبر شمار	درجہ	تنخواہ کا سکیل	تعلیمی قابلیت
۱	تربیت یافتہ گریجویٹ استاد	این پی ایس-۱۴ (۵۲۰-۱۲۴۰ روپے)	بی اے/بی ایس سی سیکنڈ ڈویژن
۲	تربیت یافتہ انڈر گریجویٹ	این پی ایس-۸	بی ایڈ یا مساوی قابلیت

ایف اے/ایف ایس سی سی ٹی استاد (۳۱۵-۶۵۰) او ٹی یا متبادل قابلیت

۳۔ تربیت یافتہ میٹرک استاد این پی ایس-۶ (۳۱۵-۶۵۰) میٹرک ایس وی، جے وی، پی ٹی سی، او ٹی یا متبادل قابلیت

بہر حال اسلامیات اور تعلیم القرآن اختیاری مضامین کی تدریس کے لئے اساتذہ کا کوئی خاص درجہ نہیں ہے۔ جو افراد جو اسلامیات/عربی کے ساتھ مطلوبہ قابلیت رکھتے ہیں انہیں اسلامیات اور تعلیم القرآن کی تدریس کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے اور وہ اپنی قابلیت کے مطابق متعلقہ کیڈر میں تنخواہ کے حقدار ہوتے ہیں۔

ب۔ جیسا کہ درج بالا (الف) میں مذکور ہے

تحصیل نوشہرہ کی چاندماری کی اراضی

حکومت انیس ہزار تین سو گیارہ ایکڑ وہ زمین قبضہ حاصل کرنے پر متفق ہو گئی ہے جو نوشہرہ چھاؤنی کے گرد و نواح کے کئی دیہات کی ملکیت ہے اور ایک عرصہ سے توپ خانہ کی نشانہ بازی کے لئے مخصوص ہے۔ یہ بات جناب وزیر دفاع میر علی احمد خان تالپور نے مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک کے ایک سوال کے جواب میں کہی جس میں وزیر دفاع سے کہا گیا تھا کہ مالکان اراضی کو نہ تو مناسب معاوضہ دیا جاتا ہے نہ کاشت کی اجازت۔ وزیر دفاع نے اپنے جواب میں کہا کہ ان اراضی کا کاشت ممنوع ہے اب اس زمین کی قیمت دو کروڑ اڑتالیس لاکھ سترہ ہزار دو سو چھہتر لگائی گئی ہے۔ وزیر دفاع نے بتایا کہ معاوضہ

کی ادائیگی فیصلے کے اعلان تک روک دی گئی تھی۔ اب متعلقہ حکام کو کہا گیا ہے کہ معاوضوں کی ادائیگی کا بندوبست کریں۔

سر ظفر اللہ اور پاکستان

قائد اعظم کے بارہ میں سر ظفر اللہ خاں کی مبینہ دستاویزوں کے بارہ میں موضوع زیر بحث تھا۔ تو مولانا سمیع الحق نے وزیر قانون کے وضاحتی بیان کے بعد کہا کہ ماضی کی تاریخ کے حوالہ سے سر ظفر اللہ خان کا ذکر اس مقدس ایوان میں شدومد سے آیا ہے جیسا کہ پاکستان کے ساتھ روز اول سے سر ظفر اللہ کا ایک خاص رول رہا ہے۔ مگر اب جبکہ پاکستان ایک حقیقت ہے اور قیام پاکستان سے لے کر آج تک سر ظفر اللہ نے اس ملک کو ختم کرانے کے سلسلہ میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس ایوان میں اس پر بھی روشنی ڈالی جائے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہمیں موقع دیا جائے کہ ہم حوالوں اور دستاویزوں کے ساتھ اس شخص کی ملک دشمنی کے کردار کو پیش کر سکیں۔

محتسب اعلیٰ

۱۱ر اپریل ۸۲ء محتسب اعلیٰ کا مسودہ ایوان منظور کرنے لگا اور باہمی مشورہ سے اکثر ترامیم واپس لے لی گئیں۔ مولانا سمیع الحق کو اصرار تھا کہ محتسب اعلیٰ کے لئے خدا ترسی، تقویٰ، نیک سیرت کی شرائط لازمی ہوں مسودہ کی منظوری کے وقت آپ نے دوبارہ اس مطالبہ کو اٹھایا جس کی تفصیل کونسل کے ریکارڈ سے۔

مولانا سمیع الحق۔ پوائنٹ آف آرڈر جناب

یہ جو ترامیم واپس لے لی گئی ہیں یہ کم از کم ایوان کے علم میں آنی چاہئے تھیں۔ تو میری گذارش یہ ہے کہ ایک ترمیم ایسی تھی جسے واپس نہیں لینا چاہئے تھا۔

جناب چیئرمین۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں اور اگر اب کوئی دوست اسے کرے گا تو پھر . . . .

مولانا سمیع الحق۔ میں تو ابھی اٹھا ہوں جناب محتسب کے لئے خدا کا خوف، تقویٰ اور خشیت کی ترمیم جو تھی یہ ترمیم کیوں واپس لے لی گئی ہے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ موجودہ حکومت اگر اچھی بھی ہے مگر بعد میں جو آئیں گے پتہ نہیں وہ کیسا محتسب مقرر کریں۔

جناب چیئرمین۔ مہربانی کرکے آپ تشریف رکھیں۔ اللہ خیر کرے گا۔

مولانا سمیع الحق۔ وہ ترمیم جو واپس لی گئی ہے ہم اس پر احتجاج کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ مولانا ہم یہ مسودہ آپ کی اس سفارش کے ساتھ بھیج دیں گے۔
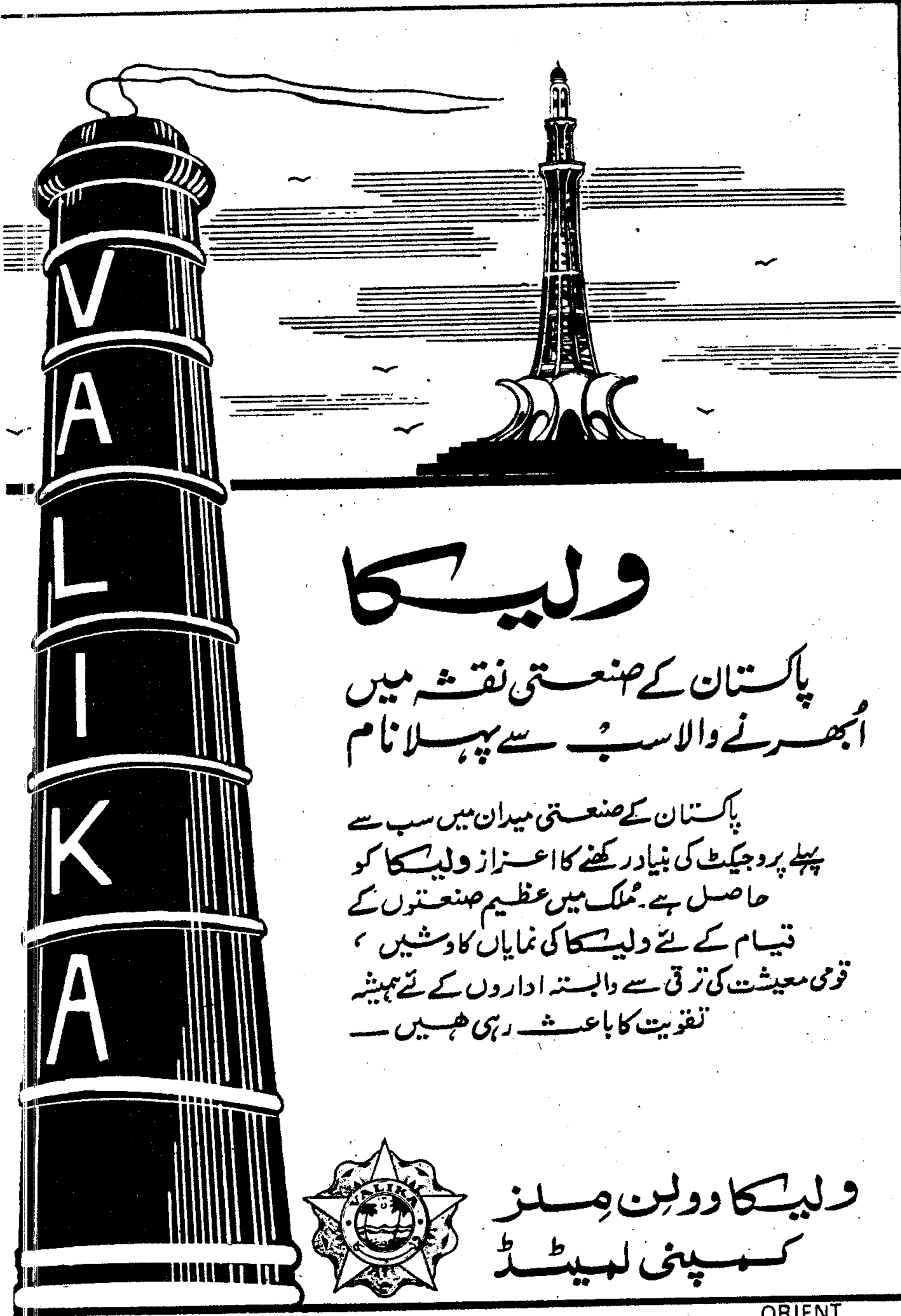
VALIKA
ولیکا
پاکستان کے صنعتی نقشہ میں
اُبھرنے والا سب سے پہلا نام
پاکستان کے صنعتی میدان میں سب سے
پہلے پروجیکٹ کی بنیاد رکھنے کا اعزاز ولیکا کو
حاصل ہے۔ مُلک میں عظیم صنعتوں کے
قیام کے لئے ولیکا کی نمایاں کاوشیں،
قومی معیشت کی ترقی سے وابستہ اداروں کے لئے ہمیشہ
تقویت کا باعث رہی ہیں ـــ
VALIKA
ولیکا وولن ملز
کمپنی لمیٹڈ
ORIENT

تغیّر کی دنیا میں
رُوح افزا کو دوام حاصل ہے
رُوح افزا جیسے سچّے مشروب کی تخلیق میں طویل تجربہ،
فنّی مہارت اور طبّی علم و دانش کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس کی کوالٹی بھی
اسی مہارت سے قائم و دائم رکھی جاتی ہے۔
بے شک ذائقہ، تاثیر اور رنگ میں کوئی مشروب
رُوح افزا کا ثانی نہیں۔
مشروبات میں سرفہرست
رُوح افزا
ہمدرد

Adarts 1/81

تعارف و تبصرہ کتب

(ادارہ)

اشتراکی نظریات او د ھغے جواب! (پشتو)

تصنیف۔ مولانا عبدالودود حقانی۔ قیمت ۱۲ روپے۔ صفحات ۱۶۸

پتہ:۔ دارالعلوم عربیہ گجرات۔ ضلع مردان

اس وقت جب کہ پاکستان کے اردگرد منڈلانے والا سرخ سیلاب اور اس کی تباہ کن طوفانی موجیں اہل پاکستان کے لئے ہر گھڑی شدید خطرے اور بیدار وچوکنا رہنے کا اطلاعی سائرن ہیں۔

انسانی و اخلاقی قدروں کا دشمن "روس" صرف افغانستان پر قانع نہیں بلکہ وہ اس کو پاکستان کے لئے وسیلہ بلکہ خلیج عرب و جزیرۃ العرب تک کو قبضہ کرنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

ان حالات کے پیش نظر ملت اسلامیہ کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ غم آشیاں کے بجائے "چمن بچاؤ" کی تحریک برپا کر دیں۔ اور کمیونسٹوں کی سفاکانہ فسطائیت اور شرمناک وحشت و بربریت کے خلاف تحریری و تقریری جہاد میں حصہ لیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء جہاں عملی طور پر افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف برسرپیکار رہیں۔ وہاں تبلیغی، تقریری اور تحریری ضرورتوں کو بھی پورا کر رہے ہیں۔ فللہ الحمد

دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فاضل، مولانا عبدالودود حقانی نے بھی حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم و حضرت مدیر "الحق" مدظلہ کی سرپرستی و رہنمائی میں علاقائی زبان پشتو میں زیر تبصرہ کتاب تصنیف فرما کر کمیونزم اور دہریت کے باطل افکار و نظریات کے خلاف ایک زبردست بند باندھ دیا ہے۔ جس میں کمیونزم و دہریت کے باطل نظریات اور ملحدانہ عقائد کا خوب نوٹس لیا گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی گراں قدر تقریظ بھی شامل ہے۔ چونکہ کتاب اپنے موضوع پر جامع اور بے حد نافع ہے۔ افادیت عامہ کے پیش نظر ہمیں توقع ہے کہ فاضل محترم اس کو جلد اردو و عربی کے قالب میں بھی ڈھال دیں گے۔ تاکہ ملت اسلامیہ مکمل طور پر فائدہ اٹھا سکے۔

حدائق الحنفیہ | از مولوی فقیر محمد جہلمیؒ ۔ پتہ :مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ ۱۸۔ راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور

امام اعظم ابوحنیفہؒ، آپ کے نامور تلامذۃ اور ان کے متبعین نے فقہ اسلامی کی باقاعدہ تدوین، ترتیب اور تہذیب میں جس قدر کام کیا اس کی نظیر اور مثال کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکتی ۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ کو اللہ تعالیٰ نے علم فقہ میں فضل وتقدم، فوق العادت، علم و بصیرت فہم وفراست اور حزم واحتیاط اور اخلاص وللہیت کی عظیم دولت سے نوازا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کے کونے کونے سے آنے والے تشنگان علوم نبویہ کے لئے حنفی مکتب فکر کی عظیم درس گاہ مرجع بنی۔ ملت اسلامیہ کے اکثر اہل علم و صاحب فضل وکمال یہیں سے فیض یاب ہوئے اور پھر ان ہی حضرات نے فقہ اسلامی کے اصول، فروعات اور جزئیات کی تشریح کی، نئے پیش آمدہ مسائل کے فقہی حل تلاش کئے۔ نیز علمی وفقہی دنیا میں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دئے جن کی روشنی ہر دور میں دنیائے اسلام کو منور کرتی رہی ۔

"حدائق الحنفیہ" آسمان علم وفضل کے انہی تابندہ ستاروں کی داستان حیات اور ان کے علمی وفقہی کارناموں کا تذکرہ ہے ۔ جس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے لے کر ۱۳۰۰ھ تک پوری دنیا کے ایک ہزار سے زائد ممتاز حنفی علماء وفقہا کے حالات زندگی جمع کردئے گئے ہیں ۔

اس کتاب کو حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی مرحوم نے آج سے سو برس قبل اس دور میں تصنیف کیا جب اردو تو کیا عربی میں بھی مطبوعہ لٹریچر کو برصغیر میں اتنا فروغ حاصل نہیں ہوا تھا اور اگر تھا تو ایسی مطبوعات یا مخطوطات اہل حق کی دسترس سے باہر تھا ۔

کتاب کی اہمیت اور مستند ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صاحب "نزہۃ الخواطر" علامہ عبدالحی الحسنی مرحوم نے اپنی تصنیف میں اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے ۔

ڈاکٹر خورشید احمد خان کے مفید حواشی نے کتاب کو مفید تر بنا دیا ہے ۔ اردو میں اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے اور ہر طبقہ کے لئے یکساں مفید ۔ (مولانا اخونزادہ عبدالقیوم حقانی)

بقیہ ص ۵۹ حد قذف

آخر میں گذارش ہے کہ شرعی احکام وحدود سے تلاعب اور مذاق درحقیقت خدا تعالیٰ کے غضب اور عذاب کو دعوت دینا ہے۔ عالم انسانیت کی پوری تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اسلامی شعائر و احکام سے استہزا کیا تو وہ خدا تعالیٰ کی ایسی گرفت میں آتے اور ذلت ورسوائی سے دوچار ہوئے کہ مدتوں بھی نہ سنبھل سکے ۔

آج جب کہ حکومت وعوام ہر دو کی یہی تمنا ہے کہ ملک میں اسلام نظام عدل واِمان نافذ ہو تو پھر ایسے نظریات اور اس کے حامل افراد کو قطعاً اس کو موقعہ نہ دیا جائے کہ وہ ملک میں ایسا کھیل کھیلیں جس سے پورا ملک غضب الٰہی کی لپیٹ میں آجائے ۔

بلند ہمّت
جَوانوں کی پسند
اُجَالا ڈینِم
اور
صَدف شرٹِنگ
مضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویئر ڈینِم
خوشنما رنگوں میں لیجئے۔
صَدف شرٹِنگ بہت سے پکّے رنگوں میں
دستیاب ہے۔
زِندہ دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش
آج جنکے دَم سے رونق اور چہل پہل ہے
MADE OF
Toray
TETORON
POLYESTER FIBER
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
MFTM-5-77

WITH COMPLIMENTS

from
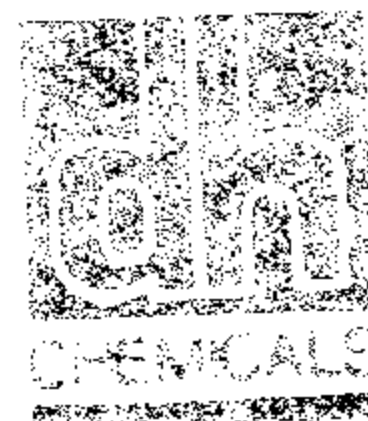
DAWOOD HERCULES
CHEMICALS LIMITED

AL-HAQ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ

شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝

پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع ۶ آیت ۴۵، ۴۶

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنوں کو) بشارت دینے والے ہیں اور (کافروں کو) ڈرانے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

O Prophet ! truly We have sent thee as a Witness, a Bearer of glad tidings, and a Warner, and as one who invites to Allah's (Grace) by his leave. And A Lamp Spreading Light

Karachi Port Trust

The Port of Pakistan